باللغة الأردية

بدعت

اور اُمّت پر اسکے بُرے اثرات

تالیف

فضیلۃ الدکتور علی بن محمد بن ناصر الفقیہی حفظہ اللہ

الاستاذ بقسم الدراسات العلیا بالجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ النبویۃ

المملكة العربية السعودية ـ مكتب دعوة وتوعية الجاليات في محافظة البكيرية

...صيم ـ البكيرية ـ قرب الجامع الكبير ص.ب ٢٩٢ هاتف ٠٦٣٣٥٩٢٦٦ فاكس ٠٦٣٣٦٠٥٢٤

بدعت

اور اُمّت پر اسکے بُرے اثرات

ترجمة كتاب

البدعةُ ضوابطُها وأثرُها السيّئُ في الأُمّةِ

تاليف

فضيلة الدكتور علي بن محمّد ناصر الفقيهي حفظه اللهُ

الاستاذ بقسم الدراسات العليا بالجامعة الاسلامية بالمدينة النبوية

ترجمه إلى اللغة الأردية

محمّد أبو الكلام بن محمد شمس الدّين المدَني

المترجم في مكتب دعوة وتوعية الجاليات في البكيرية

المملكة العربية السعودية - مكتب دعوة وتوعية الجاليات في محافظة البكيرية

القصيم - البكيرية - قرب الجامع الكبير ص.ب: ٢٩٢ هاتف / ٠٦٣٣٥٩٢٦٦

ناسوخ / ٠٦٣٣٦٠٥٣٤

الطبعة الأولى

١٤٢١هـ ـــ ٢٠٠٠م

(ح) مركز توعية الجاليات بالبكيرية ، ١٤٢١هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
الفقيهي ، علي بن محمد بن ناصر
البدعة : ضوابطها وأثرها السيئ في الأمة ترجمة / محمد أبو الكلام بن محمد المدني
– الرياض
٨٥ ص ، ١٧×٢٥ سم
ردمك : ٣ – ٣ – ٩٠٤٧ – ٩٩٦٠
(النص باللغة الاوردية)
١– البدع في الاسلام أ– المدني ، محمد أبو الكلام بن محمد ب– العنوان
ديوي ٢١٢,٣ ٢١/١٧٤١

رقم الإيداع : ٢١/١٧٤١
ردمك : ٣ – ٣ – ٩٠٤٧ – ٩٩٦٠

حقوق الطبع محفوظة لمكتب دعوة وتوعية الجاليات بمحافظة البكيرية إلا لمن أراد طبعه وتوزيعه مجانا بشرط عدم التصرف بشيء من محتوياته ما عدا الغلاف الخارجي

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱-	کلمۃ المترجم	۷
۲-	مقدمہ مؤلف	۹
۳-	بدعت کی تعریف	۲۲
۴-	بدعت کی اصطلاحی تعریف	۲۲
۵-	بدعت کی قسمیں	۲۵
۶-	بدعت حقیقی	۲۵
۷-	بدعت اضافی	۲۶
۸-	اہل بدعت کی صحبت اختیار کرنے کی ممانعت	۳۰
۹-	مبتدع کی توبہ	۳۳
۱۰-	مبتدع کا حکم	۳۹
۱۱-	مخطئی کا حکم	۴۳
۱۲-	بدعت کی دوسری قسم کی تقسیم	۴۴
۱۳-	عملی بدعت	۴۴
۱۴-	اعتقادی بدعت	۴۴
۱۵-	قولی بدعت	۴۵

صفحہ	مضامین	نمبر شمار

۱۶- امت کے مختلف فرقوں میں بٹ جانے کی نبوی پیشین گوئی اور اس کی صداقت و حقانیت کا ظہور ۴۵

۱۷- چند بدعتی فرقے اور ان کے اصول ۴۷

الف : رافضہ (شیعہ) اور ان کے بعض اصول ۴۸

ب : خوارج اور ان کے بعض اصول ۵۰

ج : جہمیہ و معتزلہ اور ان کے اصول ۵۲

۱۸- معاصر جماعتوں کے مناہج ۵۵

۱۹- ان کی ولاء و براء کا معیار ۵۶

۲۰- نجات یافتہ جماعت ۵۹

۲۱- فرقۂ ناجیہ کا منہج وہی ہے جس پر اللہ کے رسولؐ اور ان کے صحابہ کرام تھے... ۶۰

۲۲- حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۶۵

۲۳- سلف اور ان کے متبعین حزبی نہیں تھے ۶۷

۲۴- کیا عصر حاضر میں "فرقۂ ناجیہ" اور "طائفہ منصورہ" اور اس کا امام پایا جاتا ہے یا نہیں؟ ۶۹

۲۵- اُمراء و حکام کو نصیحت کرنے کے آداب و اَحکام ۷۱

-☆☆☆-

بسم الله الرحمن الرحيم

كلمة المترجم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين، و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

اس وقت مسلم معاشرہ شرک و بدعات اور اوھام و خرافات کے دلدل میں جس بری طرح پھنسا ہوا ہے' وہ کسی صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں۔ اپنے گرد و پیش موجود غیر مسلم افراد کے زیر اثر اوھام و خرافات اور بدعات و منکرات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ اور دن بدن نت نئی برائیوں کی جڑیں مضبوط ہو رہی ہیں۔ جو معاشرہ کے لئے سم قاتل سے کم نہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ امت مسلمہ اور خاص کر نوجوان طبقہ کو صحیح اسلامی عقیدہ اور دین کے اصل مرجع کتاب و سنت سے متعارف کرایا جائے اور بدعات و خرافات کی خطرناکی سے واقف کرایا جائے۔ اور باطل عقائد و منحرف خیالات کے آگے بند باندھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

زیر نظر رسالہ عالم اسلام کی مایۂ ناز علمی درسگاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک سابق ممتاز استاذ فضیلۃ الدکتور علی بن محمد ناصر الفقیہی حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "البدعة ضوابطها و أثرها السيئ في الأمة" کا اردو ترجمہ ہے۔ فاضل مؤلف نے رسالہ میں بدعت اور امت پر اس کے مضر اثرات کو بڑے مدلل طریقہ سے بیان کیا ہے۔ کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عوام و خواص کے لئے نفع بخش بنائے اور مؤلف و

مترجم و مراجع اور اس کی طباعت میں حصہ لینے والے ہر فرد کی کوشش قبول فرمائے۔ آمین۔
ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم

محمد ابوالکلام مدنی
مکتب توعیۃ الجالیات بکیریہ
ص ب: ۲۹۲ بکیریہ۔ قصیم
ٹیلیفون: ۳۳۵۹۲۶۶
سعودی عرب

-☆☆☆-

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ مؤلف

إن الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره، و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضلّ له و من يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له و أشهد أن محمداً عبده و رسوله.

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلا تَمُوتُنَّ إِلا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾(آل عمران :۱۰۲)

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾(النساء:۱)

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾(الأحزاب:۷۰،۷۱)

اما بعد: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باہم مل جل کر اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے اور اختلاف و فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے: چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنْ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾(آل عمران:۱۰۳)

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو (یعنی اس کے دین یا عہد یا جماعت یا قرآن کو) تھامے رہو اور پھوٹ نہ کرو (جیسے کتاب والے الگ الگ فرقے ہو گئے) اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو (اے اوس اور خزرج کے لوگو) جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ رات دن تم دونوں میں لڑائی رہتی پھر اللہ نے تمہارے دل ملا دیئے تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے' اور تم آگ کے گڑھے (دوزخ) کے کنارے آ لگے تھے۔ (اب اس میں گرنے والے تھے) اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا' اللہ اسی طرح تم سے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے' تاکہ تم سچی راہ پر قائم رہو"

اور اس اتحاد و اتفاق اور اللہ سے تعلق برقرار رکھنے نیز فرقہ بندی و اختلاف سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان چیزوں کے اتباع کا حکم دیا ہے جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

﴿المص كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلا مَا تَذَكَّرُونَ﴾(الأعراف:۱-۳)

"المص' یہ کتاب آپ پر اتاری گئی ہے۔ اس لئے کہ آپ اس سے (کافروں کو) ڈرائیں اور ایمان والوں کو نصیحت کریں اس لئے اس کے پہنچا دینے میں آپ کا دل تنگ نہ ہو' (لوگو) تمہارے مالک کی طرف سے جو کچھ تم پر اتارا گیا ہے (یعنی قرآن و حدیث) اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے کی پیروی مت کرو تم بہت کم نصیحت لیتے ہو۔"

نیز شریعت کے مخالف امور میں باپ دادا اور علماء و مشائخ اور اہل بدعت کی اتباع سے منع فرمایا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلا يَهْتَدُونَ﴾ (البقرة : ١٧٠)

"اور جب ان سے (مشرکوں یا یہود سے) کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو (حکم) اتارا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں نہیں ہم تو اس طریق پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو چلتے ہوئے پایا' بھلا ان کے بزرگ (باپ دادے) بے عقل اور گمراہ ہوں"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ (لقمان : ٢١)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو (قرآن) اتارا اس پر چلو تو کہتے ہیں ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کے باپ دادوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو"

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس چیز کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے' جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے۔ اور اپنے باپ دادوں سے پائی ہوئی چیزوں اور خواہشات نفس اور شیطان کی اتباع سے منع فرمایا گیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں وارد ہوا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بہت ساری صحیح صریح حدیثوں میں امت کو کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑنے پر ابھارا گیا ہے۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں دو چیزوں پر کامیابی و نجات کا دارومدار ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

"ترکت فیکم ما إن تمسکتم به لن تضلوا کتاب الله و سنتی"[1]

(١) الموطأ' القدر ص ٥٦٠۔

"میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اس سے چمٹے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے' وہ ہے اللہ کی کتاب اور میری سنت"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب اور اپنی سنتوں سے تمسک کرنے والوں کو ہدایت و نجات اور دنیا میں ہلاکت کی طرف لے جانے والی گمراہی اور آخرت کی بدبختی سے بچے رہنے کی ضمانت دی ہے۔ نیز اللہ کے دین میں بدعت پھیلانے سے روکا ہے۔ اور اس سے ڈرایا ہے۔ اور اپنی امت کے لئے یہ بات واضح کردی ہے کہ اللہ کے دین میں ہر بدعت گمراہی ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی میں مذکور حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی حدیث میں ہے' صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد ایک بلیغ خطبہ دیا۔ جس سے ہماری آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دل لرز اٹھے' ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آج کا یہ خطبہ ہمیں الوداعی خطبہ کا احساس دلاتا ہے اس لئے ہمیں نصیحت فرمائیے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أوصيكم بتقوى الله، و السمع و الطاعة، و إن تأمر عليكم عبد و إنه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيراً، فعليكم بسنتى و سنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل بدعة ضلالة"(۱)

میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور امیر کی سمع و طاعت کی وصیت کرتا ہوں خواہ وہ غلام ہی کیوں نہ ہو' اور میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سارا اختلاف دیکھے گا۔ ایسے موقع پر تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ عمل اختیار کرو' اور اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ اور دین کے اندر نئی ایجاد کردہ بدعات سے بچو'

---

(۱) أبو داؤد فی السنۃ / باب فی لزوم السنۃ ح ۴۶۰۷۔

الترمذی فی العلم / باب الأخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ / ۴۳۸ ح ۲۸۱۵

کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ حدیث امت کی سلامتی وحفاظت کے ایک عظیم پہلو وگوشہ کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اور امت کو فتنہ کی طرف لے جانے والی فرقہ بندی سے سلامتی کی راہ دکھاتی ہے بایں طور کہ ان کو جماعت سے چمٹے رہنے اور سنت سے تمسک کی ترغیب دیتی ہے۔ اور تمام نئی ایجاد کی ہوئی باتوں سے روکتی ہے' جو امت کو اختلاف و تفرقہ میں ڈالنے والی ہیں۔ خواہ ان کا تعلق اقوال وافعال سے ہو یا اعتقاد سے یا طریقہ کار سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اس وقت تک خیر باد نہیں کہا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین وشریعت کی جو باتیں آپ کی طرف وحی کی تھیں انہیں اپنی امت تک پہنچا نہیں دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے وہ تمام باتیں واضح کر دیں جن میں ان کی دنیا و آخرت کی بھلائی وبہتری تھی۔ اور امت کو ایک ایسی شاہراہ پر چھوڑا جس کی رات بھی اس کے دن کی مانند روشن ہے۔ اس کے بعد اس راستہ سے وہی منحرف ہوگا جو اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے دین کو مکمل کر دیا اور ان پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمام انسانیت کے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا چنانچہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا :

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا﴾ (المائدۃ : ۳)

" آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا" نیز ارشاد فرمایا :

﴿و مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنْ الْخَاسِرِينَ﴾(آل عمران : ۸۵)

"جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ دین مکمل ہو گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بے کم و کاست امت تک پہنچا دیا ہے۔ جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسروق سے خطاب کر کے فرماتی ہیں کہ :

"جس شخص نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمائی تھی' چھپائی تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا"[1]

جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾(المائدۃ : ٦٧)

"اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے' اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی"

پس دین مکمل ہو گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لوگوں تک پہنچا دیا' جیسا کہ اس سلسلے میں ابھی حدیث گزری ہے۔ اور جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ لوگوں کو اسلام کے احکام و شرائع پہنچا رہے تھے' اور ان کے سامنے حلال و حرام کی تشریح فرما رہے تھے اور لوگوں کے خون' مال اور آبرو کو ایک دوسرے پر حرام کر رہے تھے۔ اور ہر اس چیز کو جس کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے' بیان فرما رہے تھے۔ اور ان سے کہہ رہے تھے : کیا میں نے پہنچا دیا تو سبھوں نے کہا تھا بیشک آپ نے ساری امانت

---

(١) البخاری' التوحید' فتح الباری ١٣ / ٥٠٣ ح ٧٥٣١ و مسلم : الإیمان : ١ / ١٥٩ ح ٢٨٧۔

ہم تک پہنچادی اس کے بعد آپ نے اپناہاتھ آسمان کی طرف اٹھایااور صحابہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایااے اللہ تو گواہ رہ' اے اللہ تو گواہ رہ۔

اب اس واضح اور روشن دلیل و حجت کے بعد اگر کوئی شخص ہمارے پاس آئے اور ہمارے لئے دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کرے جو نہ اللہ کی کتاب میں موجود ہو اور نہ سنت رسول میں' اور نہ خلفاء راشدین کے طریقہ میں' چاہے یہ نئی ایجاد کردہ چیز اعتقاد سے متعلق ہو یا عمل یا قول یا منہج سے متعلق' تو گویا کہ وہ یہ کہہ رہاہے کہ دین ناقص ہے مکمل نہیں ہوا ہے۔ اور یہ کہنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا"

یا یہ کہتا ہے کہ دین کامل تو ہے لیکن کچھ چیزیں باقی رہ گئی ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پہنچائی ہیں۔ اور ایسا کہنا سابق حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے' نیز حجۃالوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری امت تک دین کو مکمل طور پر پہنچادینے اور یہ کہنے کہ (جو لوگ) حاضر ہیں وہ غائب تک اس پیغام کو پہنچادیں کیونکہ بسااوقات پہنچایا جانے والا' سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے) کی وجہ سے مردود ہے۔ بدعتی شخص کے قول و عمل کا خلاصہ یہی ہے۔

گویا کہ وہ کہتا ہے کہ شریعت ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اور بعض چیزیں باقی ہیں جن کا استدراک واجب ہے یا مستحب ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ ہر جانب سے شریعت کے مکمل ہونے کا اعتقاد رکھتا تو بدعت ایجاد نہ کرتا' اور نہ ہی اس کا استدراک کرتا۔ اور ایسا کہنے والا یا عقیدہ رکھنے والا راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔

ابن ماجشون کا قول ہے کہ میں نے امام مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللہ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے :

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا"

لہٰذا جو کام عہد رسالت میں دین میں شامل نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔[1]

اور امام شاطبیؒ اپنی کتاب "الاعتصام" ۱/ ۴۹ میں فرماتے ہیں :

(۱) بیشک مبتدع شریعت کا دشمن اور اس کا مخالف ہے' اس لئے کہ شارع نے بندے کے مصالح کو خاص انداز سے خاص طریقے پر متعین کر دیا ہے۔ اور مخلوق کو اس شریعت کا امر و نہی اور وعدہ و وعید کے ذریعہ پابند بنا دیا ہے۔ اور یہ واضح کر دیا ہے کہ ساری بھلائی اسی میں ہے۔ اور ساری برائی اس سے تجاوز کرنے میں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور بیشک اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ مبتدع ان تمام چیزوں کو رد کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہاں کچھ ایسے دوسرے طریقے ہیں جن کو شارع نے کسی ضابطہ کے تحت محصور نہیں کیا ہے' اور نہ اس کے راستوں کی تعیین کی ہے' گویا جس طرح شارع جانتا ہے اسی طرح ہم بھی جانتے ہیں' بلکہ بعض وقت شارع پر وہ اپنے اس استدراک سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس نے بعض ایسی چیزوں کو جان لیا ہے جو شارع کے علم میں نہیں تھا' علامہ موصوف نے مزید فرمایا :

اب اگر مبتدع کی یہ حرکت بالقصد ہے تو یہ کفر ہے۔ اور اگر بالقصد نہیں ہے تو یہ گمراہی ہے۔

---

(۱) الاعتصام' للشاطبیؒ ۱/ ۴۹۔

(۲) پھر مبتدع نے اپنے اس عمل سے اپنے آپ کو شارع کے مشابہ اور اس کے مرتبہ میں کر لیا اس لئے کہ شارع نے شریعت بنائی اور اس کے مطابق چلنا مخلوق پر لازم قرار دے دیا۔ اور یہ تنہا اسی کا حق و اختیار ہے۔ کیونکہ وہی مخلوق کے درمیان اختلافی چیزوں میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور شریعت عقل سے وضع کرنے کی چیز نہیں ہے کہ ہر انسان اپنی طرف سے شریعت وضع کر دے۔ اور اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو پھر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو انسانوں کی طرف مبعوث کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تو گویا کہ اس مبتدع نے اپنے آپ کو شارع کے ہم پلہ قرار دے دیا اس طرح کہ اس نے اسی کے مثل شریعت وضع کی اور اختلاف و تفرقہ کا دروازہ کھول دیا۔

(۳) نیز مبتدع کا یہ عمل ہوئی اور خواہشات نفس کی اتباع پر مبنی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنْ اللَّهِ﴾[1]

"اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو' بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔"

گویا کہ جو شخص اپنی خواہشات نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اتباع نہ کرے وہ سب سے بڑا گمراہ ہے۔ یہ بدعتی جس نے اللہ کے دین میں بدعت ایجاد کی اور خود کو شارع کے ہم پلہ قرار دیا اس کی مذمت کتاب اللہ میں بھی وارد ہوئی ہے۔ کیونکہ جو شخص راہ راست سے ادھر ادھر بھٹکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کے حال کے مطابق چھوڑ دیتا ہے' کیونکہ بدلہ عمل کے مطابق ہی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾[2]

---

(۱) القصص-۵۰

(۲) الصف-۵

"پھر جب وہ لوگ (موسیٰ علیہ السلام کی قوم والے) ٹیڑھی چال چلے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔"

اور بدعتی اس لئے گمراہ ہے کہ وہ قرآن کے متشابہ کی اتباع کرتا ہے اور اس کے محکم کو ترک کرتا ہے اور اس کی تحریف و تاویل کا مرتکب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ﴾[1]

"وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے"

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ﴾ إلی آخر الآیۃ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو پیروی کرتے ہیں متشابہات کی تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے تذکرہ کیا ہے، تو ان سے بچو"

اور دوسری روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے بارے میں مجادلہ کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے مذمت کی ہے تو ان سے بچو"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) آل عمران-۷

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾[1]

"بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا' اور گروہ' گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں"

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی اہل ملل و نحل اور اہل بدعت و ضلالت کی طرح فرقہ فرقہ ہو گئے تو بیشک اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس اختلاف سے بری کر دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[2]

"اور یہ کہ یہ میرا راستہ ہے سیدھا۔ سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے۔ تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو"

تو صراط مستقیم' اللہ کا وہ راستہ ہے جس کی طرف اس نے دعوت دی ہے۔ اور یہی وہ سنت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری و عام کیا ہے' اور وہ اسلام اور قرآن ہے۔ اور دوسرے راستے تو وہ اہل اختلاف اور خواہشات نفس کی اتباع کرنے والے اور دین میں بدعت پھیلانے والے لوگوں کے راستے ہیں' جو صراط مستقیم سے ہٹانے والے ہیں۔

اور ان لوگوں سے مراد عام اہل معاصی نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اہل معصیت شریعت کے مقابل کوئی ایسا طریقہ ایجاد نہیں کرتے جس پر وہ ہمیشہ چلتے ہوں۔ جیسا کہ اہل بدعت کرتے ہیں۔ اور اس کی دلیل کہ آیت مذکورہ میں "سُبُل" سے مراد اہل بدعت ہیں'

---

(۱) الأنعام-۱۵۹

(۱) الأنعام ۱۵۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو امام احمد و نسائی' و ابن منذر' و حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے پھر اس کے داہنے اور بائیں طرف کئی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور اس کی طرف بلا رہا ہے پھر یہ آیت پڑھی :

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ...... الآية﴾

"یہ میری سیدھی راہ ہے اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو"

بکر بن علاء نے فرمایا : "میرا خیال ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان الانس مراد لیا ہے اور وہ اہل بدعت ہیں"۔

اور مجاہد نے فرمایا : ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ سے مراد بدعت و شبہات ہیں"

اور جس طرح مبتدع کی مذمت اور ان کے دل کی کجی کا بیان قرآن کریم میں آیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث میں بھی اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ اور ان کی گمراہی و ضلالت اور ان کے اعمال کے مردود ہونے کو بیان کیا گیا ہے' چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ))

"جس نے ہمارے اس معاملہ (دین) میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے"

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے :

((من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو ردّ أي مردود عليه))[1]

---

(۱) البخاری' البیوع' فتح الباری ۴ / ۳۵۵ - مسلم' الاقضیۃ ۳ / ۱۳۴۳ ح ۱۷' ۱۸۔

"جس نے وہ کام کیا جو ہمارے طریقہ پر نہیں تو وہ مردود ہے"

اور امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من دعا إلى هدىً كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، و من دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئًا))[1]

"جس شخص نے کسی نیکی کی طرف بلایا تو اس کو اس کی اتباع کرنے والے کے برابر اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کی نیکیوں میں کوئی کمی کی جائے۔ اور جس شخص نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس کے لئے اس کی اتباع کرنے والے کے گناہوں کے برابر گناہ ہے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے" نیز اس سلسلہ میں حذیفہؓ کی حدیث آئی ہے جو آگے آرہی ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں ہمیں بدعت کی ممانعت اور اس سے پرہیز کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ آیئے اب معلوم کریں کہ بدعت کسے کہتے ہیں، اس کی تعریف کیا ہے؟ اور یہ کن چیزوں میں واقع ہوتی ہے؟

-☆☆☆-

(۲) مسلم، العلم ۴ / ۲۰۶۰ ح ۱۶- البخاری، الاعتصام، فتح الباری ۱۳ / ۳۰۲۔

بدعت کی تعریف

لغت میں بدعت ہر اس نئی چیز کو کہتے ہین جو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنائی گئی ہو۔ چنانچہ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

﴿بديع السموات و الأرض﴾

"یعنی آسمان وزمین کو سابقہ مثال کے بغیر پیدا فرمانے والا"

اور کہا جاتا ہے : ((ابتدع فلان بدعة)) فلاں نے بدعت ایجاد کی، یعنی کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جس کو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اور کہا جاتا ہے : ((هذا أمرٌ بديع)) "یہ امر بدیع ہے" یہ اس عمدہ چیز کے بارے میں کہا جاتا ہے جس کی اچھائی میں کوئی مثال نہیں ہو، اور اسی معنی کے اعتبار سے بدعت کو بدعت کہا جاتا ہے۔

تو بدعت پر چلنے کے لئے اس کو ایجاد کرنے کا نام ابتداع ہے اور اس کی ہیئت کا نام بدعت ہے۔ اور کبھی اس طریقہ پر انجام دیئے گئے عمل کو بھی بدعت کہا جاتا ہے۔ تو اس معنی کے اعتبار سے اس عمل کو جس پر کوئی شرعی دلیل نہ ہو بدعت کہا جاتا ہے۔

بدعت کی اصطلاحی تعریف

دین کے اندر گھڑ لیا گیا وہ طریقہ جو شریعت کی شکل میں ہو اور اس سے (مقصود) اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں مبالغہ ہو۔ " بدعت " کہلا تا ہے ۔

اور یہ تعریف دین کے نام پر ایجاد کی ہوئی ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل اور دلیل نہ ہو۔ لیکن شریعت میں جس چیز کی اصل اور دلیل موجود ہو وہ شرعاً بدعت نہیں ہو گی، اگر چہ اس کو لغۃً بدعت کا نام دے دیا جائے۔

اور بعض سلف کے کلام میں بعض چیزوں کے متعلق جو یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ

((نعمت البدعة هذه)) "یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے" اس سے یہی " بدعت لغوی" مراد ہے' نہ کہ بدعت شرعی' جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو قیام رمضان کے لئے مسجد میں ایک امام پر جمع کر دیا اس کے بعد آپ ایک مرتبہ ادھر سے گزرے اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ((نعمت البدعة هذه)) یہ کیا ہی خوب بدعت ہے۔ اس لئے کہ رمضان میں تراویح کی نماز باجماعت ادا کرنے کی اصل موجود ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں دو یا تین راتیں لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی ہے۔ اور اس خوف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت موقوف کر دی تھی کہ کہیں میری امت پر صلاۃ اللیل باجماعت فرض نہ کر دی جائے' اور پھر لوگ اس کی ادائیگی سے عاجز رہ جائیں۔

اسی طرح کسی شخص کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ اور دوسرے خلفائے راشدین کے عمل سے بدعت ایجاد کرنے اور اس کے حسنہ ہونے پر استدلال کرے' مثلاً رمضان میں باجماعت نماز تراویح اور اس مصحف کا جمع کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا ہوا تھا مگر متفرق تھا اور کسی ایک مصحف میں جمع نہیں تھا' اور یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس وقت جمع کیا گیا جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ یمامہ کی جنگ میں بہت سے قراء (حفاظ قرآن) شہید ہو گئے تھے۔

اسی طرح ان صحیفوں کا جمع کرنا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہی اکٹھا ہو چکے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسی طرح باقی رہے تھے' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سب کو ایک مصحف میں جمع کرا دیا تھا (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کے لہجہ میں مصحف کی چھ کاپی کروا کر ان کو مختلف علاقوں میں بھجوا دیا تھا۔) کیونکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل اس نص حدیث کی روشنی میں سنت ہے۔ جسے امام ابوداؤد و ترمذی نے حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے۔ اور جس

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا ہے :

((فإنه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرًا، فعليكم بسنتى و سنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى))

"جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم سختی سے میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہو"

تو یہ بات بالکل صریح وواضح ہے کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال سنت ہیں بدعت نہیں ہیں۔

-☆☆☆-

بدعت کی قسمیں

بدعت کی دو قسمیں ہیں : ۱- بدعت حقیقی ۲- بدعت اضافی

۱- بدعت حقیقی :

بدعت حقیقی اسے کہتے ہیں جس پر کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو' نہ کتاب و سنت سے اور نہ ہی اجماع سے۔

مثلاً : محض کسی شبہ کی بنیاد پر بغیر عذر شرعی یا بغیر صحیح ارادہ کے حلال کو حرام جاننا اور حرام کو حلال قرار دینا۔

امام بخاریؒ نے اپنی " صحیح " میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ " ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ (لڑائی) کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے کہا' کیا ہم خود کو خصیّ نہ کروا لیں ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔ اس کے بعد ہمیں اجازت دی کہ ہم عورتوں سے کپڑے وغیرہ کے عوض شادی کریں پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی :

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ﴾[1]

" اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو۔

اور امام بخاریؒ نے حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت کی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام زینب تھا اسے دیکھا کہ بات نہیں کرتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسے کیا ہوا ہے کہ بات نہیں کرتی ہے'

---

(۱) البخاری' التفسیر' فتح الباری ۸ / ۲۸۶ ح ۴۶۱۵۔

لوگوں نے کہا: اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ تو آپؓ نے اس سے کہا بات کرو' ایسا کرنا جائز نہیں ہے' یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ تو اس عورت نے بات کی اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: "مہاجرین میں سے ایک آدمی ہوں"[1]

اور اس کی مثالوں میں سے یہ بھی ہے کہ: کوئی ایسی عبادت ایجاد کرنا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہ فرمائی ہو۔ مثلاً: ظہر کی نماز ہر رکعت میں دو رکوع کے ساتھ ادا کرنا' یا بغیر طہارت کے نماز ادا کرنا' یا سنت کے حجت شرعی ہونے کا انکار کرنا' یا نقل پر عقل کو مقدم کرنا' اور اس کو اصل قرار دیتے ہوئے شرع کو اس کا تابع سمجھنا۔

اور مثلاً: ریاضت و مجاہدہ کے ایک خاص مرحلہ تک پہنچ جانے کے بعد عقل اور تکلیف کے شرائط موجود ہونے کے باوجود ایسے انسان سے شرعی واجبات کے ساقط اور معاف ہونے کا عقیدہ رکھنا' اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جو شخص اس مرتبہ تک پہنچ جائے اس پر نہ کوئی شیٔ واجب ہے اور نہ حرام ہے۔ بلکہ اسے اپنی خواہشات کی تکمیل کی کھلی اجازت حاصل ہے۔ جیسا کہ بعض صوفیاء کا ظن فاسد ہے۔

یہ بدعت حقیقی کی چند مثالیں ہیں جنہیں اہل بدعت نے اپنی طرف سے گھڑ رکھا ہے۔

۲- بدعت اضافی:

اور جہاں تک بدعت اضافی کا تعلق ہے تو اس کے دو جانب (پہلو) ہیں:

ایک جانب تو مشروع ہے۔ لیکن بدعتی اس مشروع جانب میں اپنی طرف سے کوئی چیز داخل کر دیتا ہے۔ اور اپنے اس عمل کے ذریعہ اس کو اس کی اصل مشروعیت سے نکال دیتا ہے۔ اور لوگوں میں رائج اکثر بدعتیں اسی قبیل سے ہیں۔

مثال کے طور پر نماز' روزہ' ذکر' طہارت اور طبیعت پر گراں ہونے کے باوجود وضو میں

---

(۱) البخاری' مناقب الأنصار' فتح الباری ۷ / ۱۴۷ ح ۳۸۳۴۔

کمال وغیرہ۔ یہ تمام مشروع عبادات ہیں جن کا شارع نے حکم دیا ہے' اور جن کی ترغیب دی ہے۔ اب اگر کوئی شخص آئے اور کہے' "میں کھڑا ہو کر روزہ رکھوں گا اور نہیں بیٹھوں گا' اور دھوپ میں رہوں گا سایہ حاصل نہیں کروں گا"

یا یہ کہے : "میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا"

یا ذکر کے سلسلے میں کہے کہ : "ہم ذکر میں مخصوص ہیئت و کیفیت کا التزام کریں گے' اور اجتماعی طور پر ایک آواز کے ساتھ اللہ کا ذکر کریں گے۔ یا خاص وقتوں میں خاص عبادتوں کا التزام کریں گے' جبکہ شریعت میں اس کی کوئی تخصیص و تعیین موجود نہیں ہے۔ مثلاً : پندرہویں شعبان میں روزہ رکھنا' اور اس رات قیام کا التزام کرنا۔

اور طہارت میں مثال کے طور پر سخت سردی کے زمانہ میں کسی کے پاس سخت ٹھنڈا پانی ہو اور گرم پانی بھی ہو' پھر وہ گرم پانی کو استعمال نہ کرے اور دشوار راستہ اختیار کرتے ہوئے سخت ٹھنڈے پانی کو استعمال کرے تو یہ نفس پر تشدد ہے۔ کیونکہ اس نے نفس کو اس کا حق نہیں دیا۔

اور ان کے لئے اس حدیث میں کوئی حجت نہیں ہے جس میں یہ وارد ہوا ہے کہ طبیعت پر گراں ہونے کے باوجود مکمل وضو کرنے پر درجات بلند کئے جاتے ہیں' اس لئے کہ یہ فضیلت اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس پانی گرم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرتے ہوئے ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہے۔

تو یہ تمام عبادات : روزہ' ذکر' نماز' طہارت وغیرہ' سب کی سب مشروع عبادات ہیں' جن کو کرنے کا شارع نے حکم دیا ہے۔ اور ان کی طرف رغبت دلائی ہے' نیز ان پر ابھارا ہے۔ اور ان کا بہت زیادہ ثواب بیان کیا ہے۔ لیکن ان تمام عبادات کے ساتھ جو مذکورہ بالا کیفیات داخل کر دی گئی ہیں' یہ سب بلا دلیل ہیں' اور شریعت میں ان کی کوئی

اصل موجود نہیں ہے۔ اور دین میں بدعت' چاہے اس کی صفت کیسی ہی ہو' یہ شرع پر استدراک اور اضافہ کرنا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا﴾(المائدۃ : ۳)

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا"

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "انہوں نے کچھ لوگوں کو ذکر کے حلقہ میں جمع دیکھا تو ان سے کہا یا تو تم لوگوں نے ناحق بدعت کا ارتکاب کیا ہے یا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر علم میں فضیلت لے گئے ہو۔ یا تم لوگ گمراہی کی دم پکڑے ہوئے ہو"۔

اور انہی بدعتوں میں سے عید میلاد النبی کی بدعت بھی ہے۔

یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور مسلمان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزدیک اس کی اپنی جان' ماں باپ' اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جائیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور اصلی عقیدت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و تابعداری کی جائے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور جس سے منع کیا ہے اس سے دور رہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے اور اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے :

((كل محدثة بدعة)) "یعنی ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے"

اور فرمایا ہے :

((من عمل عملا ليسَ عليه أمرنا فهو رد))

"یعنی جس نے وہ کام کیا جس پر ہمارا طریقہ نہیں تو وہ مردود ہے"۔(بخاری ومسلم)

اور عید میلاد النبی منانا نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ آپ کے خلفاء سے ،اور نہ صحابہ کرام سے ،اور نہ ہی سنت کی اتباع کرنے والے علماء سے ،بلکہ دراصل یہ عید میلاد النبی فاطمیوں ، عبیدیوں ، رافضیوں کی ایجاد ہے ،جو اپنے آپ کو اس شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں جو خود کو فاطمہ کی اولاد میں سے کہتا تھا حالانکہ وہ اصلاً یہودی تھا۔

-☆☆☆-

اہل بدعت کی صحبت اختیار کرنے کی ممانعت

بہت سارے علماء تابعین سے بدعتی کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ بدعتی کے ساتھ بیٹھنے یا اس کی صحبت اختیار کرنے سے اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ وہ اپنے ہم نشینوں پر اپنا اثر ڈال دے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے پر ابھارا ہے اور برے لوگوں کی صحبت سے ڈرایا ہے۔ اور ان دونوں کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی پھونکنے والے سے دی ہے۔ نیک ساتھی مشک بیچنے والے کی طرح ہے کہ یا تو آپ اس سے خریدیں گے یا وہ آپ کو بذات خود دے گا یا آپ ان سے اچھی خوشبو سونگھیں گے۔

اور برے ساتھی کی مثال بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے کہ یا تو وہ آپ کے کپڑے کو جلا دے گا یا آپ اس سے بدبو سونگھیں گے۔[1]

اسی طرح بدعتی یا تو وہ اپنی بدعت کو اچھی شکل میں پیش کر کے تمہارے دل میں اس کا اثر ڈال دے گا۔ یا تمہارے سامنے خلاف شرع کام کر کے تمہارے دل کو بیمار بنا دے گا۔ یا اسے تکلیف میں مبتلا کر دے گا۔

اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے : "کہ اہل اہواء کے ساتھ میل جول نہ رکھو ورنہ وہ تمہارے دل میں وہ بات (بدعت) ڈال دے گا جس پر تم اس کی اطاعت کرو گے تو خود کو ہلاکت میں ڈال دو گے یا اس کی مخالفت کرو گے تو اپنے دل کو مریض بنا ڈالو گے۔" اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ : بدعتی کے ساتھ مت بیٹھو ورنہ تمہارے قلب کو بیمار بنا ڈالے گا۔

اور ابو قلابہ کا قول ہے کہ : "اہل اہواء کے ساتھ مت بیٹھو' اور نہ ان کے ساتھ بحث

---

(۱) البخاری' البیوع' فتح الباری ۴ / ۳۲۳ ح ۲۱۰۱ طرفہ ۵۵۳۴ مسلم' البر' ۴ / ۲۰۲۶ ح ۱۴۶۔

مباحثہ کرو' اس لئے کہ میں اس بات سے بے خوف نہیں ہوں کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں ڈبو دیں گے اور جو کچھ تم جانتے تھے اس کے بارے میں وہ تمہیں شبہ میں ڈال دیں گے"۔

ایوب' ابو قلابہ کے متعلق کہتے ہیں کہ: اللہ کی قسم وہ عقل و فہم رکھنے والے فقہاء میں سے تھے۔

اور انہی سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ: "اہل اہواء راہِ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور میں ان کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ اور کہیں نہیں دیکھتا"۔

نیز فرمایا: "کہ کوئی شخص بدعت ایجاد نہیں کرتا مگر وہ اپنے لئے تلوار کو حلال کر لیتا ہے"۔[1]

اور ایوب سختیانی سے مروی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ: " بدعتی اپنی بدعت میں جتنا زیادہ گھستا چلا جاتا ہے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے"۔

"اور وہ مبتدع کو خوارج کہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ خوارج نام میں تو مختلف ہیں لیکن تلوار کے حلال ہونے میں متفق ہیں"۔[2]

اور یحییٰ بن کثیر نے فرمایا: "کہ جب کسی راستہ میں بدعتی سے تمہاری ملاقات ہو جائے تو تم اپنا راستہ بدل لو"

علماء کرام کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مبتدع کی صحبت اختیار کرنا (یا ان کے ساتھ بیٹھنا) ان کو خیر کی طرف دعوت دینے' اور ان کے سامنے حق کو بیان کرنے' نیز ان کے شکوک و شبہات کو دور کرنے کی غرض سے ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے مختلف ہے۔ اس لئے کہ یہ أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔ اور وہ

---

(۱) الاعتصام' للشاطبی ۱ / ۸۳۔

(۲) الاعتصام' للشاطبی ۱ / ۸۳۔

دعوت الی اللہ کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران : ۱۰۴)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے"۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حسب طاقت یہ فریضہ انجام دینے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :

((من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه و ذلك أضعف الإيمان)) (رواہ مسلم)

"تم میں سے جو کوئی منکر کام ہوتے دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے' اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے روکے۔ اور اگر اپنی زبان سے نہ روک سکے تو اپنے دل سے ناپسند کرے' اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

تو علماء سے مبتدع کی مجلس میں بیٹھنے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علماء کتاب و سنت انہیں خیر کی طرف نہ بلائیں' اور ان کے ساتھ مناظرہ نہ کریں اور اس غرض کے لئے بھی ان کی مجلس سے قریب نہ ہوں۔

بلکہ اس سے ان علماء کا مقصد ان لوگوں کے متعلق اپنے خوف کا اظہار ہے جو اپنے نفس سے **ان بدعتیوں کے شکوک و شبہات کو دور کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے' اور جن** کے نتیجے میں ان کے دل پر ان بدعتیوں کی باتوں کا اثر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ابو قلابہ کے قول میں اوپر گزر چکا ہے۔

-☆☆☆-

مبتدع کی توبہ

جہاں تک مبتدع کی توبہ کا تعلق ہے تو بعض علماء تابعین کا خیال ہے کہ یہ محال ہے (یعنی مبتدع کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی) اور مبتدع ایک بدعت سے نہیں نکلتا مگر اس سے بھی بدتر بدعت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ عمل کا بدلہ اسی کے قبیل سے ملتا ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللهُ قلوبهم﴾

"جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے ان کے دلوں کو کج کر دیا"۔

یحیٰ بن ابی عمر شیبانی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں دیتا۔ اور وہ ایک بدعت سے نہیں نکلتا مگر اس سے بھی بدتر بدعت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اسی لئے حضرت عوام بن حوشب اپنے بیٹے کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ اے عیسیٰ!" اپنے دل کی اصلاح کرو، اور اپنے مال کو کم کرو" اور یہ کہا کرتے تھے کہ: اللہ کی قسم! میں عیسیٰ کو اہل بدعت کی مجلس میں بیٹھنے کے بجائے اہل برابط یعنی موسیقی و گانے بجانے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا دیکھوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

اور وہ ایسا اس لئے کہتے تھے کہ مبتدع اپنی بدعت کو دین سمجھ کر اس پر ڈٹا رہتا ہے۔ اور جب وہ اپنی اس بدعت سے نکلتا ہے تو اس سے بھی بری بدعت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

لیکن اصحاب معاصی جو مختلف گناہوں مثلاً ناچ گانے اور پینے پلانے میں مشغول رہتے ہیں، تو وہ خواہشات پرست ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ تمام کام گناہوں کے ہیں لیکن اپنی خواہشات اور نفس امارہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ امکان ہے کہ وہ اسے ایک نہ ایک دن اپنے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ یہ کام حرام ہیں،

چھوڑ دیں گے۔

گویا گناہوں میں مبتلا شخص کی توبہ کی امید بدعت میں مبتلا شخص کے توبہ کی امید سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ بدعتی اپنی بدعت کو دین سمجھ کر اس پر جمار ہتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ بدعتی ہے جس کے دل میں بدعت گھول دی گئی ہو یہاں تک کہ اس کے دل میں اس طرح گھر کر گئی ہو کہ اس کے ماسوا چیزوں کو اس کے مقابلے میں دے مارتا ہو۔ یہاں تک کہ وہ بدعت کے معاملہ میں صاحب بصیرت اور اس کی محبت میں اندھا ہو گیا ہو۔ پھر اس کے اس سے پیچھے مڑنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اس طرح اس کے نزدیک بدعت عشق کے درجہ میں داخل ہو گئی ہو۔ اور جو شخص کسی چیز سے اس طرح کی محبت رکھے وہ اس کو دوستی و دشمنی کا معیار بنالیتا ہے۔ اور اس کے راستے میں کسی بھی رکاوٹ کی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ قدیم و جدید دور کے مبتدعین کا طرز عمل رہا ہے۔ قدیم مبتدعین میں سے مثلاً خوارج کو لے لیجئے جو اصحاب کبائر کی تکفیر کے سلسلے میں اپنی بدعت و اہواء سے باز نہیں آئے۔ چنانچہ جس شخص نے بھی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا' انہوں نے کتاب و سنت کے نصوص کے خلاف ان پر دنیاو آخرت میں کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔

مثلاً : اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف :

﴿إِنَّ اللَّهَ لا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء : ۴۸)

"یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے"۔

نیز بخاری کی اس حدیث کے خلاف جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((أن من مات على التوحيد دخل الجنة وإن زنى وإن سرق- كررها ثلاثا))

"کہ جس شخص کا توحید پر انتقال ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو' یا چوری کی ہو آپؐ نے اس کو تین مرتبہ دھرایا"۔

اور انہی نصوص کی وجہ سے اہل سنت والجماعت نے کہا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اللہ کی مشیت کے تابع ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو اسے معاف فرمادے گا۔ اور اگر چاہے تو اس کے گناہوں کے بقدر اس کو عذاب دے گا۔ اور (بالآخر) اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔

خوارج کے علاوہ بدعت کے داعی وحاملین بشر اور اس کے متبعین ہیں جو خوارج کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ : "ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان دہ نہیں"۔

اور معاصر (عہد جدید کے) بدعتی جو اس ملک (سعودی عرب) میں پیدا ہونے والے اور پروان چڑھنے والے ہیں جنہوں نے یہاں کے نصاب تعلیم کو تمام مراحل میں پڑھا اس کے باوجود آپ ان کو پائیں گے کہ وہ ان بدعات وخرافات کو پکڑے ہوئے ہیں جن میں ان کے باپ دادا کتاب وسنت اور سنت خلفائے راشدین کے خلاف زندگی گزارتے تھے۔

اور ان کی مشہور بدعت جس کے ذریعہ یہ بدعتی سادہ لوح اور پاکیزہ خصلت عوام کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ وہ ہے میلاد النبی کی مجلسیں منعقد کرنا' اس سے وہ لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت رکھتے ہیں۔ اس لئے داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کو سنت پر عمل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی طرف اور ان کی نافرمانی سے بچے رہنے کی طرف متوجہ کرے۔ نیز ان کو آپؐ کے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کے لئے ابھارے کیونکہ ان کا عمل بھی سنت ہے۔ لیکن یہ بدعتی ان تمام چیزوں سے ہٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعویٰ میں اور آپؐ کی محبت کے اظہار کے لئے میلاد النبی کی مجلسیں منعقد کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے' جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے :

"کہ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اللہ کے رسول اس کے نزدیک اس کے اپنے نفس اور اپنی اولاد ووالدین نیز تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں"۔ (۱)

لیکن اللہ کے رسول سے محبت کی حقیقت کیا ہے ؟اس کی کامل ترین تعبیر یہ ہے کہ جو کام کرنے کا حکم آپؐ نے دیا ہے ان میں آپ کی اطاعت کرنا۔ اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے رک جانا۔

تو کیا یہ عید میلاد النبی جسے یہ لوگ مناتے ہیں' یہ اللہ کے رسول کی اطاعت ہے' یا جن چیزوں سے آپ نے منع فرمایا ہے اس کی مخالفت ہے ؟

بیشک جشن عید میلاد النبی کا قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور آپ کے منع کردہ حکم کی صریح نافرمانی ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ حدیث میں فرماتے ہیں :

((من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد))

"جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقہ پر نہیں تو وہ مردود ہے"۔

اور دوسری صحیح حدیث میں فرماتے ہیں :

((كل محدثة بدعة)) "(دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے"۔

تو یہ میلاد النبی نئی ایجاد ہے۔ جسے نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منایا ہے اور نہ خلفائے راشدین نے' اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے' حالانکہ وہ لوگ

---

(۱) البخاری' الایمان' فتح الباری ۱/ ۵۸ ح ۱۴۔

سنت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے ہم سے زیادہ حریص تھے' حقیقت یہ ہے کہ عید میلاد النبی اور اس کے علاوہ دوسری تمام یادگاری عیدیں رافضی فاطمیوں کی ایجاد کردہ ہیں۔

امام ابو حفص تاج الدین فاکہانی رحمہ اللہ اپنے رسالہ "المورد في عمل المولد" میں رقمطراز ہیں: "کہ مبارکین کی ایک جماعت نے اس اجتماع کے بارے میں بار بار سوال کیا جسے بعض لوگ ربیع الاول کے مہینہ میں کرتے ہیں اور اسے عید میلاد النبی کے نام سے موسوم کرتے ہیں کہ کیا دین میں اس کی کوئی اصل ہے؟ اور انہوں نے اس سلسلے میں واضح و مفصل جواب طلب کیا"۔

تو میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ میں اس عید میلاد النبی کے سلسلے میں قرآن و حدیث میں کوئی اصل نہیں جانتا۔ اور نہ اس کا کرنا امت کے ان علماء سے ثابت ہے جو دین میں قدوہ و نمونہ اور سلف صالحین کے طریقہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرستوں نے ایجاد کیا ہے' اور نفسانی خواہش ہے جس کے ذریعہ پیٹ کے پجاری اپنی تجوری بھرتے ہیں۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بدعت کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "کہ اسی طرح بعض لوگوں نے جو عید میلاد النبی ایجاد کیا ہے' یا تو یہ عیسیٰ علیہ السلام کا جشن ولادت منانے میں نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے ہے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ آپؐ کی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے' اور اسے سلف صالحین نے نہیں کیا ہے۔ اور اگر یہ محض بھلائی کا کام ہوتا' یا اس میں بھلائی کا پہلو غالب ہوتا تو سلف رضی اللہ عنہم اس کو کرنے کے ہم سے زیادہ حقدار تھے۔ اس لئے کہ وہ ہم سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے اور ہم سے زیادہ آپؐ کی تعظیم کرنے والے تھے۔ نیز وہ خیر کے سب سے زیادہ حریص تھے۔

اور درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری اور آپؐ کے حکم کی اتباع اور ظاہر و باطن میں آپ کی سنت کو زندہ کرنے میں ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اس کی نشر واشاعت میں اور اس پر دل و زبان اور ہاتھ سے جہاد کرنے میں ہے۔ اور یہی سابقین اولین یعنی مہاجرین و انصار اور ان لوگوں کا طریقہ ہے جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہے"۔ [1]

اور جن کے دل میں بدعت پوری طرح راسخ نہیں ہوئی ہے بلکہ انہوں نے اس کو محض اچھا سمجھ کر کیا ہے اور اسے اللہ سے تقرب کا ذریعہ گمان کیا ہے۔ پھر ان کو اس کے خلاف دلیل مل گئی اور انہوں نے اسے سمجھ لیا تو اغلب یہ ہے کہ وہ اس بدعت سے توبہ کر لیں گے، اور حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔

اور علماء کی مثال میں ان خوارج کو پیش کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے مناظرہ کے بعد حق کی طرف لوٹ گئے تھے۔ اسی طرح خلیفہ مہتدی باللہ اور واثق باللہ بھی تھے جو دلیل واضح ہو جانے کے بعد خلق قرآن کی بدعت سے تائب ہو گئے تھے۔

-☆☆☆-

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم ۲ / ۶۱۵ تحقیق، الدکتور ناصر العقل۔

مبتدع کا حکم

مبتدع وہ شخص ہے جو بدعت ایجاد کرتا ہے' اور اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے محبت یا دشمنی رکھتا ہے۔

اور بدعت کبھی مکفرہ ہوتی ہے اور کبھی غیر مکفرہ ہوتی ہے۔ اور جس شخص کا اسلام ثابت ہو چکا ہو اس پر فسق یا بدعت کا حکم لگانے' یا اس کی تکفیر کرنے سے اسلام نے منع کیا ہے اور ڈرایا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((من قال لأخيه: يا كافر، إن لم يكن كذلك ، و إلا رجعت عليه))[1]

"جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا اور وہ اس کے مصداق نہیں ہے تو وہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے"۔

اسی بنا پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی پر کفر کا فتویٰ لگائے اگرچہ وہ غلطی یا خطا کرے یہاں تک کہ اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اور اس کو صحیح طریقہ بتادیا جائے' اور جس کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہو گیا تو کسی شک کی وجہ سے یہ اس سے زائل نہیں ہو گا۔ بلکہ حجت قائم ہونے یا شبہ کے ازالہ کے بعد ہی زائل ہو گا"۔[2]

مگر جو لوگ ہدایت و دین حق سے دور ہیں اور آپ ان کو شریعت کے خلاف امور کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو مخالفات کے ارتکاب کے لحاظ سے ان کا حکم الگ ہو گا۔ یا تو کفر صریح یا نفاق۔

---

(۱) مسلم' الایمان ۱/ ۷۹ ح ۱۱۱۔

(۲) الفتاویٰ ۱۲/ ۴۶۶۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس قسم کے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں : "کہ جو درویش، نمائشی فقیہ، ریاکار عبادت گذار، مکار زاہد، فلسفی، طبیب وغیرہ، راہِ ہدایت اور دین حق سے دور ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کو نہیں مانتے جن کی اللہ نے اپنے رسول کی زبانی خبر دی ہے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے انہیں حرام نہیں جانتے"۔ مثلاً : جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کا شیخ اس کو رزق دیتا ہے، یا اس کی مدد کرتا ہے، یا اس کو ہدایت دیتا ہے، یا اس کی فریاد رسی کرتا ہے، یا اپنے شیخ کی عبادت کرتا ہے۔ یا اپنے شیخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلقاً یا کسی خاص اعتبار سے فضیلت دیتا ہے، یا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ اور اس کا شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مستغنی (بے نیاز) ہیں۔ تو شیخ الاسلام فرماتے ہیں : کہ یہ تمام لوگ کافر ہیں، اگر وہ ان باتوں کا کھلم کھلا اظہار کریں اور اگر اظہار نہ کریں تو منافق ہیں۔

موصوف نے مزید فرمایا کہ ان کے زمانہ میں اس قسم کے لوگوں کی کثرت کی وجہ علم و ایمان کی طرف دعوت دینے والوں کی کمی ہے۔

پھر انہوں نے (شیخ الاسلام) مبتدع کی دوسری قسم کو بیان کیا ہے جن پر حکم لگاتے وقت تثبت اور احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے کہ کفر کبھی عملی ہوتا ہے اور کبھی اعتقادی ہوتا ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا شریعت میں الگ الگ حکم ہے۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا : کہ اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ (بات) جو کتاب و سنت اور اجماع کی رو سے کفر ہے۔ اس کے بارے میں مطلقاً کہا جائے گا کہ وہ کفر ہے۔ جیسا کہ اس بات پر دلائل شرعیہ دال ہیں۔

کیونکہ ایمان ان احکام کا نام ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے ماخوذ ہو، ان احکام کا نام نہیں جو لوگ اپنے گمان و خواہش نفس سے بیان کرتے ہیں۔

موصوف نے مزید فرمایا : اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص نے مذکورہ بالا کفریہ

بات کہی ہے اس پر کفر کا حکم لگایا جائے۔ یہاں تک کہ اس کے حق میں شروط تکفیر پائی جائیں۔ اور اس کے موانع موجود نہ ہوں۔

پھر اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: " مثلاً کسی شخص نے اپنے اسلام کا زمانہ قریب ہونے یا کسی دور دراز دیہات میں نشو ونما پانے کی وجہ سے شراب اور سود کو حلال کیا "۔ [1]

اور علامہ موصوف نے مبتدع کے حکم کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اس پر حجت قائم کرنا اور اس سے شبہ کو دور کرنا ضروری ہے' پھر قرآن کو مخلوق کہنے کی بدعت کا ذکر کیا' اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مامون و معتصم کے ساتھ جو معاملہ درپیش ہوا اس کو بیان کیا کہ انہوں نے ان دونوں کو شبہات پائے جانے کی وجہ سے معذور سمجھا' اور ان کے لئے دعا کی اور اگر وہ ان دونوں کے کافر ہونے کا اعتقاد رکھتے تو ان کے لئے دعا نہ فرماتے۔ [2]

اور شیخ حافظ حکمی اپنی کتاب " معارج القبول " (جلد دوم صفحہ ۵۰۳-۵۰۴) میں رقمطراز ہیں: کہ دین میں خلل ڈالنے کے اعتبار سے بدعت کی دو قسمیں ہیں: مکفرہ اور غیر مکفرہ۔

بدعت مکفرہ کا ضابطہ (اصول) یہ ہے کہ کسی ایسے حکم کا انکار کیا جائے جس پر امت کا اجماع ہے اور جو تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور جس کا دین ہونا بالکل ظاہر ہے' مثلاً: کسی فرض کا انکار کرنا' یا کسی حرام کو حلال سمجھنا' یا کسی حلال چیز کو حرام جاننا' یا کوئی ایسا عقیدہ رکھنا' جس سے اللہ اور اس کا رسول اور اس کی کتاب پاک ہے۔

اور بدعت غیر مکفرہ وہ ہے جس سے قرآن کی تکذیب یا کسی ایسی چیز کی تکذیب لازم نہ آتی ہو جسے دے کر رسولوں کو بھیجا گیا ہے۔ پھر شیخ موصوف نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: جیسا کہ مروانیوں کی بدعت یعنی بنی مروان کی حکومت کے لوگوں کی بدعت

---

(۱) الفتاویٰ ۳ / ۳۵۴ الفتاویٰ ۱۰ / ۳۲۹۔

(۲) الفتاویٰ ۱۲ / ۴۶۶ وما بعدھا۔

جن پر فضلاء صحابہ نے نکیر کی، اور ان پر خاموشی نہیں اختیار کی، اس کے باوجود انہوں نے ان کو ان میں سے کسی بھی بات کی وجہ سے کافر نہیں کہا، اور نہ اس کی وجہ سے انہوں نے ان کی بیعت سے ہاتھ کھینچا۔

اور مروانیوں کی بدعت یہ تھی کہ وہ بعض نمازوں کو وقت سے مؤخر کر کے ادا کرتے تھے اور نماز عید سے پہلے عید کا خطبہ دیتے تھے۔

-☆☆☆-

مخطیٔ کا حکم

اس سے پہلے مبتدع کی تعریف گزر چکی ہے۔اور وہ یہ ہے کہ :

" مبتدع وہ شخص ہے جو بدعت ایجاد کرے' اور اس کی طرف دعوت دے' نیز اسی کی وجہ سے محبت و دشمنی رکھے' اور یہ کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں : ایک مکفرہ دوسری بدعت غیر مکفرہ۔ اور اس کا ارتکاب کرنے والے کے سلسلے میں ہم علماء کے اقوال بھی نقل کر آئے ہیں۔

جہاں تک بعض مسائل میں خطا کرنے والے کا تعلق ہے جو اپنے منہج اور اچھے طریقۂ کار نیز اپنے شرعی علم سے معروف و مشہور ہے تو اس کی خطا نہ اس کی شان کو گھٹائے گی اور نہ ہی اس کی قدر میں کمی کرے گی۔ اور اگر وہ باحیات ہے تو اس کی خطا پر حکیمانہ اسلوب کے ساتھ جو علماء کے درمیان معروف ہے اور تعاون علے البر والتقویٰ پر مبنی ہے' اسے متنبہ کیا جائے گا۔ کیونکہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ اور طالب حق کو اس کے مقام و مرتبہ اور ادب و احترام کی رعایت کے ساتھ نصیحت کی جائے گی' اور تشدد و تکبر کی بجائے حکمت و موعظت کے ساتھ حق بات دلیل کے ذریعہ اس کے لئے واضح کی جائے گی۔ تاکہ نصیحت کا مقصد پورا ہو' اور اختلاف نہ واقع ہو' نیز محبت و اخوت باقی رہے' کیونکہ تمام مؤمن بھائی بھائی ہیں۔

اور اگر مخطیٔ اپنے رب کو پیارا ہو گیا ہو تو اس کے لئے دعا کی جائے گی۔ اس لئے کہ معصوم تو صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہیں' اور لوگوں کو اس کی غلطی سے آگاہ کیا جائے گا تاکہ اس غلطی میں وہ اس کی اتباع نہ کریں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ائمہ ہدیٰ اور ان سے صادر ہونے والی لغزشوں کے سلسلے میں بیان فرماتے ہیں : " کہ امت میں سے جن کی تعریف لوگوں کی زبانوں پر جاری رہتی

ہے' اور جنہیں عوام کی اکثریت کے نزدیک مقبولیت حاصل ہے' یہی لوگ ائمہ ہدیٰ اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ اور ان کی درستگی کے مقابلے میں ان کی غلطی تھوڑی ہے۔ اور ان میں سے اکثر کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہے۔ جن میں وہ معذور ہیں۔ اور وہ لوگ علم و عدل کے اتباع کرنے والے ہیں۔ چنانچہ وہ خواہشات نفس کی اتباع اور جہالت سے بہت دور ہیں"۔ [1]

۲- بدعت کی دوسری قسم کی تقسیم

بدعت کی دوسری قسم کی تقسیم حسب ذیل اعتبار سے ہے :

(۱) عملی

(۲) اعتقادی

(۳) قولی

عملی بدعت : یہ ظاہری عمل میں ہوتی ہے' مثلاً وہ نماز' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ طریقے کے خلاف ہو' نیز آپ ؐ کی سنت کے مخالف وہ تمام کام جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے تو یہ تمام چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں داخل ہیں۔

((من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد))

"جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقہ پر نہیں تو وہ مردود ہے"۔

اعتقادی بدعت : اور اعتقادی بدعت یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ بات کے خلاف اعتقاد رکھا جائے' مثلاً : خوارج کی بدعت کہ وہ گنہگار مسلمانوں کے سلسلے میں کفر کا اعتقاد رکھتے ہیں' بلکہ وہ اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے معاذاللہ بعض صحابہ کے کفر کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

---

(۱) الفتاویٰ ۱۱/ ۴۳۔

اور جیسا کہ مجسمہ اور مشبہہ کی بدعت' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بلند و بالاتر ہے۔

قولی بدعت : یہ ہے کہ جو چیز کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اس کو بدل دیا جائے۔ جیسا کہ مشہور بدعتی فرقوں کے وہ اقوال جو کتاب و سنت کے صریح مخالف ہیں' اور جن کا فساد و قباحت واضح ہے۔ جیسا کہ رافضہ' خوارج' جہمیہ' معتزلہ' اشاعرہ کے اقوال۔ نیز ان تمام تاویل کرنے والے فرقوں کے اقوال' جنہوں نے فرقہ ناجیہ جو قیامت تک حق پر قائم رہنے والا ہے اور جس کی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دی ہے اس کے خلاف اپنی طرف سے منہج مقرر کیا۔

جیسا کہ ابوداؤد' ترمذی' وابن ماجہ کی حدیث میں وارد ہوا ہے' جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((إن اليهود افترقت على إحدى و سبعين فرقة، و النصارى على اثنتين و سبعين فرقة، و أن هذه الأمة ستفترق على ثلاث و سبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة" فلما سئل عنها قال: "هي ما كان على ما أنا عليه و أصحابي))(۱)

"یہود ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ ۷۲ فرقوں میں' اور عنقریب یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی' اس میں ایک کو چھوڑ کر سب جہنم میں جائیں گے' جب اس ایک نجات یافتہ فرقہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو فرمایا : جو اس طریقہ پر ہوگا جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

---

(۱) الترمذی' الایمان' تحفۃ الاحوذی ۷/ ۹۷ ۲۷۔ قال حدیث حسن۔

((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون))[1]

" برابر میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ غالب ہی رہے گی "۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين، و إنما أنا قاسم و يعطي الله، ولن يزال أمر هذه الأمة مستقيمًا حتى تقوم الساعة، أو حتى يأتي أمر الله))[2]

" اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے' اور برابر اس امت کا معاملہ اسی طرح درست و قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے یا اللہ کا حکم آجائے "۔

اور اسی طرح حذیفہ بن یمانؓ کی حدیث میں آیا ہے' جس میں امت کے ان فرقوں میں بٹ جانے کے وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام ہے کہ : " تم مسلمانوں کی جماعت اور اس کے امام کو پکڑے رہنا " ۔ جسے عنقریب ہم ذکر کریں گے' نیز ان فرقوں کی کثرت کا سبب اور ان کے افکار مختلف ہونے کی وجہ ہم بیان کریں گے۔ اس لئے ہماری گفتگو امت کے ان فرقوں میں بٹ جانے کے سلسلے میں ہو گی جس کی طرف اللہ کے رسول نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور جو خواہشات نفس کی وجہ سے بٹ گئے

---

(۱) البخاری' الاعتصام' فتح الباری ۱۳ / ۲۹۳ ح ۷۳۱۱۔

(۲) البخاری' الاعتصام' فتح الباری ۱۳ / ۲۹۳ ح ۷۳۱۲۔

اس طرح کہ ہر فرقہ نے اللہ کے دین میں ایسے فاسد عقیدے اور باطل اقوال ایجاد کر لئے جن کی نہ اللہ نے اجازت دی ہے' اور نہ اللہ کے رسول نے' اور انہوں نے اپنی عقلوں سے اس کے لئے ایسے مناہج وضع کئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج اور آپؐ کی اتباع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منہج کے مخالف ہیں پھر اپنے بنائے ہوئے ان مناہج کے مطابق انہوں نے لوگوں کو فاسد عقائد کی طرف دعوت دی۔ اور ان کو ولاء و براء کے عقیدہ کی اصل قرار دیا۔ تو جس شخص نے ان کے اس منہج کی موافقت کی اور ان کے عقائد کے مطابق اعتقاد رکھا تو انہوں نے اس کو قبول کیا اور اس کی پشت پناہی کی اور اس کی عزت کی۔ اور جس نے ان باتوں میں ان کی مخالفت کی تو اس کو مبتدع و فاسق ٹھہرایا۔ اور اس سے اپنی براءت ظاہر کی۔ اور اگر ان کے پاس اقتدار رہا اور حکام ان کے زیر طاعت رہے تو انہیں اس کے خلاف ورغلایا' اور اس کو قید کرادیا۔ اور اس کی پٹائی کی اور اکثر قتل بھی کرادیا۔

اور ہم ان فرقوں کے مناہج کے کچھ نمونے بھی بیان کریں گے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ و ابن قیم رحمہما اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد ہم ان مناہج اور ان کے ماننے والوں کا اہل السنۃ والجماعۃ (فرقہ ناجیہ) کے ساتھ معاملہ اور معاصر جماعتوں کے اپنے ہمواؤں کے ساتھ معاملہ اور جو ان کے منہج میں ان کی مخالفت کرتے ہیں ان کے ساتھ ان کے معاملہ کے درمیان ہلکا سا موازنہ کریں گے۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کیا حقیقت امر میں ان موجودہ جماعتوں اور گذشتہ فرقوں کے درمیان کوئی بنیادی فرق پایا جاتا ہے یا صرف ناموں کا فرق ہے۔ اور یہ کام بغیر کسی شخص کے نام کے تعیین کئے ہوئے ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا مقصد صرف غلطی پر تنبیہ کرنا ہے' تاکہ اس سے بچا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپؐ جب کسی شخص کو اس کی غلطی پر تنبیہ فرماتے تو کہتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا اور ایسا کہتے ہیں اور آپؐ ان کا نام نہیں لیتے تھے۔

پھر اس کے بعد ہم فرقہ ناجیہ کے منہج کو بیان کریں گے جس طرح کہ اللہ کے رسول نے ان کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

پھر اس بات کو بیان کریں گے جو بہت سارے نوجوانوں کے ذہنوں میں بعض دعاۃ کے ورغلانے سے بیٹھ گئی ہے کہ فلاں گروہ اور اس کی طرف انتساب کرنے والے بھی دوسرے گروہوں کی طرح ایک گروہ ہے۔

اور کیا اس جماعت کا وجود عصر حاضر میں ہے جس کو اللہ کے رسول نے فرقہ ناجیہ کہا ہے ؟ اور کیا وہ کسی خاص شہر میں محصور ہے ؟ اور کیا اس کا کوئی امام ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں اس کی رہنمائی و قیادت کر رہا ہے ؟ یا اس وقت ہم اس زمانہ میں ہیں جس کی طرف حدیث حذیفہ بن یمان میں اشارہ کیا گیا ہے' جس کا متن عنقریب آرہا ہے کہ ہم سب اس بات پر مجبور ہو جائیں کہ ہم میں سے ہر شخص کسی درخت کی جڑ سے چمٹ جائے یہاں تک کہ اس کو اسی حالت میں موت آجائے۔

تو ہم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے اپنی امت کو ڈرایا تھا وہ واقع ہو گئی۔ چنانچہ اختلافات کا ظہور ہو گیا۔ جیسا کہ اللہ کے رسول نے خبر دی تھی' اور امت مختلف فرقوں میں بٹ گئی۔ جو ایک دوسرے کو کافر کہتا ہے۔ یا فاسق کہتا ہے' یا مبتدع کہتا ہے۔ اور اس انحراف کا سلسلہ عبداللہ بن سبا یہودی حمیری کے ظہور سے شروع ہوا۔ جس نے منافقانہ طور پہ اسلام کا دعویٰ کیا' اور اپنے ملحدانہ افکار کو اس امت میں پھیلایا۔ تو اسلام کی تعلیمات سے کوسوں دور ان افکار کو جاہل عوام نے قبول کر لیا' اور جو بالآخر خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل کا سبب بنے اور اس فاسد عقائد میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے وصیت کا ان کا دعویٰ تھا' اور یہ دعویٰ بھی کہ صحابہؓ نے اس وصیت کی خلاف ورزی کی تھی' پھر اس نے اپنے اس گمان کے تحت تمام صحابہ کرام پر اس بات کا حکم لگایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

کی خلاف ورزی کی' اس وجہ سے وہ سب کے سب - معاذ اللہ - کافر ہو گئے تھے۔

چنانچہ اس نے تین صحابہ کے علاوہ بقیہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ علماء نے اس کی مکاری اور جھوٹ والحاد وزندقہ کا پردہ اچھی طرح چاک کیا۔ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ بات واضح کر دی کہ ان کے لئے اس طرح کی کوئی وصیت کی گئی تھی' اور نہ ہی کسی دوسرے کے لئے۔ یہاں مزید تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں ہے' بہرحال اس کے بعد ہی بہت سارے فرقوں کا وجود ہوا اور ان کے افکار پھیلتے گئے۔

اور اس کا سبب جو مقریزی وغیرہ نے صفدی کی زبانی بیان کیا ہے کہ : خلیفہ مامون رشید نے بعض نصرانی بادشاہوں سے - اور بقول صفدی جزیرہ قبرص کے بادشاہ سے - یونانی کتابوں کا خزانہ طلب کیا۔ جس کے پاس ایک گھر میں ان کتابوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور کسی کو ان کتابوں کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ تو بادشاہ نے رائے دینے والے اپنے خاص لوگوں کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ لیا تو سبھوں نے اسے ان کتابوں کو نہ دینے کا مشورہ دیا مگر ایک پادری نے کہا کہ ان کو اس کے پاس بھیج دیجئے' کیونکہ یہ علوم جس صحیح حکومت میں داخل ہوں گے اس کو بگاڑ دیں گے' اور ان کے علماء کے درمیان اختلاف ڈال دیں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور فاسد افکار پھیل گئے۔ ان افکار میں سب سے اول عبد اللہ بن سبأ کے افکار تھے۔ چنانچہ رافضیوں کا ظہور ہوا' اور انہوں نے اسی عقلی بنیاد پر جو خواہشات کی پروردہ تھی اپنے عقائد کی بنیاد رکھی۔ جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الصواعق" جلد ا صفحہ ۱۱۸ میں ان گروہوں کے بارے میں لکھا ہے جنہوں نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کی۔ اور اپنے مذہب کی بنیاد ان قواعد پر اپنی عقلوں سے رکھی۔

علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں : " چنانچہ رافضیوں نے اپنے مذہب کی بنیاد صحابہ کی

عداوت کو قرار دیا اور اس وجہ سے انہوں نے ہر اس چیز کو رد کر دیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل و مناقب میں وارد ہوئی ہے یا پھر اس کی تاویل کی "۔

پھر فرقہ خوارج کا ظہور ہوا۔ اور وہ بھی عبد اللہ بن سبأ کے پیروکار ہیں چنانچہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔ اور ان کو نیز تمام صحابہ کرام کو کافر کہا۔ پھر انہوں نے اپنے لئے ایک اصول مقرر کیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب دنیا و آخرت میں کافر ہے۔ حالانکہ وہ نرے جاہل ہیں' اور نصوص شرعیہ کا انہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا وصف بیان فرمایا ہے کہ : " وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور اہل اوثان کو چھوڑ دیں گے "۔

نیز اللہ کے رسول نے ان لوگوں کا وصف بیان فرمایا ہے کہ ان کے اندر دین کی صحیح سمجھ نہیں ہوگی۔ اور جہالت کی بنیاد پر وہ کثرت سے عبادت کریں گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا وصف بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ " تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے آگے' اور اپنی قرأت کو ان کی قرأت کے آگے حقیر جانو گے "۔

اور مسلم کی ایک روایت میں فرمایا :

((قوم يقرؤن القرآن بألسنتهم لا يعدو تراقيهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية))

" وہ لوگ اپنی زبان سے قرآن پڑھیں گے۔ لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا' دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے "۔

اور ان کے قتل پر ابھارتے ہوئے فرمایا :

((فإذا لقيتموهم، فإن في قتلهم أجرًا لمن قتلهم عند الله يوم القيامة))

"پھر جب تم ان کو پاؤ تو قتل کر دو اس لئے کہ ان کے قتل کرنے والے کو قیامت کے دن اللہ کے پاس ثواب ملے گا"۔[1]

اور دین سے نکل جانے والے اس گروہ کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا۔ اس لئے کہ وہ بجائے اس کے کہ ان صحابہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کرتے جو نزول وحی کے وقت موجود تھے' اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے تاکہ وہ ان صحابہ کرامؓ سے دین کی سمجھ حاصل کرتے اور اسلامی شریعت کے احکام ان سے اخذ کرتے' ان کو کافر کہا' اور یہ ان کی نری جہالت تھی جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بیان کیا ہے اور وہ عبداللہ بن سبأ کے متبعین میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور ان کو ظالمانہ طور پر شہید کر دیا۔

پھر جہمیہ کا ظہور ہوا' جو جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں۔ اور انہوں نے ایک اصل وبنیاد مقرر کی' کہ اللہ تعالیٰ نہ تکلم کرتا ہے اور نہ کسی سے ہم کلام ہوتا ہے' اور نہ ہی آخرت میں آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے' اور نہ ہی وہ عرش کے اوپر اپنی مخلوق سے جدا ہو کر مستوی ہے' اور نہ ہی اس کی کوئی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے' اور اس عقیدہ کی وجہ سے وہ ہر اس چیز کا انکار یا تاویل کرتے ہیں' جو کتاب وسنت میں ان کی اس اصل کے خلاف وارد ہوئی ہے۔

اور معتزلہ نے اپنے مذہب کی بنیاد وعید کے مکمل نفاذ پر رکھا اور یہ عقیدہ بنایا کہ جو شخص جہنم میں داخل ہو گا وہ وہاں سے کبھی نہیں نکلے گا' نیز وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔

اور انہیں کے مثل فرقہ کلابیہ' اشعریہ' مرجیہ اور وہ تمام گروہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) مسلم' الزکاۃ' باب التحریض علی قتل الخوارج ۲ / ۷۴۶ ح ۱۵۴۔

اَسماء و صفات میں تاویل کرتے ہیں' اور نصوص کو عقل سے پرکھتے ہیں۔ چنانچہ جو ان کی عقل کے موافق ہوتا ہے وہ قبول کرتے ہیں اور جو ان کی عقل کے خلاف ہوتا ہے اسے رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ عقل معیار نہیں ہے کہ کتاب و سنت کے شرعی نصوص کو اس سے پرکھا جائے' اس لئے کہ عقلیں مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ جہمی کی عقل جس کو قبول کرتی ہے اسے رافضی و معتزلی کی عقل قبول نہیں کرتی' اور یہی حال دیگر گروہوں کا بھی ہے۔

اور ولاء و براء کو بھی انہوں نے اپنے انہیں اصول و قواعد پر رکھا۔ جن کو انہوں نے اپنی عقلوں سے گڑھ لیا تھا۔ تو جس شخص نے ان کی بات میں ان کی موافقت کی' اس کو قبول کیا' اور اس سے محبت کی' اور اس کو عہدے دیئے اور اس کی عزت کی۔

اور جس نے ان کی مخالفت کی' اس کو کافر کہا' اس سے دشمنی کی اور اس کو قید کر دیا' اور زدوکوب کیا' نیز اکثر قتل بھی کر دیا۔ اور ان کی شہادت قبول نہیں کی' اور ان کو دشمن کے ہاتھوں سے نہیں چھڑایا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ مسئلہ تکفیر کے بیان میں کلام کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ کا معاملہ معتزلہ کے ساتھ (بیان کئے ہیں) اور معتزلہ کا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے باطل عقیدہ میں ان کی مخالفت کرتے ہیں' اور جس باطل عقیدہ کو انہوں نے دوستی و دشمنی کے لئے معیار بنایا۔ ہم عنقریب ان کے درمیان اور معاصر گروہوں کے درمیان تقابل کریں گے تاکہ ان کے درمیان اگر فرق پایا جائے تو ہم اسے بیان کر دیں۔ یا اگر صرف ناموں کا فرق ہو تو اسے بھی جان سکیں۔

شیخ الاسلام بن تیمیہؒ "فتاویٰ" جلد ۱۲ صفحہ ۴۸۸ میں فرماتے ہیں کہ "امام احمد بن حنبل کا واسطہ جہمیہ کے ساتھ پڑا۔ جنہوں نے ان کو خلق قرآن و صفات کے انکار کی طرف بلایا۔ اور ان کو اور اس زمانہ کے تمام علماء کو آزمائش میں ڈال دیا اور مؤمن مردوں و عورتوں کو جنہوں نے جہمی ہونے میں ان کی موافقت نہیں کی مار' قید' قتل اور عہدوں سے معزولی

پنشن بندی کی سزا دی' اور ان کی شہادت رد کر دی اور دشمنوں کے ہاتھ سے ان کی گردن خلاصی نہ کرا کے ان کو فتنہ میں ڈالا۔ کیوں کہ اس وقت بہت سارے ولی امر حاکم و قاضی وغیرہ جہمیہ میں سے تھے۔

اور وہ ہر اس شخص کو کافر کہتے تھے جو صفات کے انکار کے سلسلے میں ان کی تائید نہیں کرتا تھا جیسے قرآن کو مخلوق ماننا اور وہ ان کے سلسلے میں وہی فیصلہ کرتے تھے جو کافر کے سلسلے میں کرتے تھے۔ چنانچہ ان کو کسی صوبہ کا والی نہیں بناتے تھے' اور نہ ہی ان کو دشمن سے آزاد کراتے تھے' اور نہ ہی ان کو بیت المال سے کچھ دیتے تھے' اور نہ ان کی شہادت قبول کرتے تھے' اور نہ ہی فتویٰ اور روایت قبول کرتے تھے۔ اور ولایت و شہادت اور قید سے آزادی کے وقت ان کو آزمائش میں ڈالتے تھے۔

چنانچہ جس شخص نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کیا اس کے صاحب ایمان (مؤمن) ہونے کا فیصلہ صادر کیا اور جس نے اس کا اقرار نہیں کیا تو اس کے لئے اہل ایمان ہونے کا فیصلہ نہیں دیا۔ اور جو شخص جہمیت کے علاوہ سنت کی طرف دعوت دیتا تھا' اس کو قتل کیا' یا اس کی پٹائی کی' یا قید کر دیا۔

یہ معاملہ ان فرقوں کا' اللہ کے رسول و صحابہ کی اتباع کرنے والے گروہ اہل سنت و الجماعت کے ساتھ تھا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے کہ ان کی دوستی اور دشمنی انہی باطل عقائد اور منہجوں پر قائم تھی۔

اور اسی طرح عصر حاضر کے بہت سارے قلمکار اور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہنے والے نیز مسلمانوں کے اتحاد میں کوشاں لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ عوام الناس کو ان خطوط کی طرف رہنمائی کرنا اور انہیں بحث و تحقیق کی دعوت دینا' اور ان اصول و قواعد کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانا کہ جن اصول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اصلاح کے لئے استعمال کیا تھا' یہ عصر حاضر کے قلمکار اسے کہتے ہیں: کہ عقیدے کے

مسائل پر گفتگو کرنے والے علماء و محققین گڑے مردے اکھاڑ رہے ہیں (اور ایک بے کار بحث کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں) گویا کہ فرقوں اور جماعتوں کے متعلق گفتگو ان کے نزدیک ایسے امور میں بحث ہے جن کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ حالانکہ انہیں یہ پتہ نہیں کہ جن کا خاتمہ ہو گیا ہے وہ اشخاص ہیں' جہاں تک افکار و مناہج اور عقائد کی بات ہے تو وہ زندہ اور برابر جاری ہیں۔ اس لئے ہم مناہج سابقہ اور مناہج معاصرہ کے درمیان ایک تقابلی موازنہ پیش کر رہے ہیں۔

-☆☆☆-

معاصر جماعتوں کے مناہج

بیشک امت اسلامیہ ایک ہی امت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾(الأنبياء : ۹۲)

"یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے' اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو"۔

اور اس کا راستہ و طریقہ بھی ایک ہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾(الانعام : ۱۵۳)

"اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی' اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو"۔

عصر حاضر میں ہم اسلامی دنیا میں متعدد اسلامی جماعات و گروہ دیکھ رہے ہیں' جن میں سے ہر ایک نے اپنا ایک نام رکھ لیا ہے اور اپنے لئے ایک منہج متعین کر لیا ہے۔ اور اس منہج کے حدود میں رہ کر اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ آپ ان جماعتوں اور گروہوں کو متفرق و باہم برسر پیکار پائیں گے جو سابقہ جماعات و گروہوں سے متحارب و مختلف ہیں۔

پھر یہ جماعتیں اور گروہ اپنے اپنے منہج کی بنیاد پر دوستی و دشمنی رکھتے ہیں' جس کو انہوں نے اپنے متبعین کے لئے بنایا ہے۔ اس جماعت سے نسبت رکھنے والوں کے لئے اپنے اس منہج کی پابندی اور اس سے نہ نکلنے کو لازم قرار دیتے ہیں تو گویا وہ شخص پابند ہے کہ اس کے مقرر کردہ حدود اور اس کے شعار کے تحت ہی کسی کو کچھ دے گا اور کسی سے کچھ لے گا۔

اس لئے کہ ان کے قائدین اور لیڈروں کی نظر میں اسلام اور اس کی تمام تعلیم اس منہج میں منحصر ہے' چنانچہ اس کے نتیجہ میں فرقہ ناجیہ کے منہج سے دور اور تنگ افق کی وجہ سے بہت ساری خطرناک بدعتوں کا ظہور ہوا۔ جن میں سے بعض کو ہم یہاں بیان کرتے ہیں :

ا- گروہی تعصب' چاہے وہ افکار کے لئے ہو یا اشخاص و شیوخ کے لئے ہو' اس کے خاتمہ کے لئے اسلام کی تعلیمات وارد ہوئی ہیں چنانچہ اسلام میں کسی گروہ کے لئے تعصب جائز ہے اور نہ کسی قبیلہ و علاقہ کے لئے' بلکہ یہ جاہلیت کے کام ہیں۔ تو ان جماعتوں و گروہوں نے اپنی طرف انتساب کرنے کو ولاء و براء کا معیار قرار دیا۔ اور اس بناء پر جماعت و گروہ کی طرف انتساب کرنے والے کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے' گویا تعظیم و توقیر کا معیار جماعت و گروہ کی طرف صرف نسبت ہے نہ کہ علم و تقویٰ۔

اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس جماعت کے منہج (جو یقیناً اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے) کے مخالف شخص کی' اگرچہ وہ حق پر ہو۔ تنقیص کی جاتی ہے۔ اور اس کے بارے میں یہ بات اڑائی جاتی ہے کہ وہ کوتاہ نظر اور علم و تحقیق سے کورا ہے۔ اور امت کی حقیقت حال اور ان پر منڈلاتے ہوئے خطرات سے واقف نہیں ہے' تاکہ نوجوان طبقہ اس سے نفرت کرنے لگے' اور اس کے علم و تجربہ سے استفادہ نہ کر سکے۔ اگرچہ وہ ایسا عالم ہی کیوں نہ ہو کہ جس کی عمر ستر (۷۰) سال سے تجاوز کر گئی ہو۔

اور یہ حقیقت معلوم ہونی چاہئے کہ لوگوں کی قدر و قیمت کی شرعی ترازو علم اور تقویٰ ہے۔ ﴿إن اکرمکم عنداللہ اتقاکم﴾ کسی گروہ کی طرف انتساب کا ہونا اور نہ ہونا نہیں۔

اور افکار و مناہج کی ترازو کتاب و سنت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾(النساء :۵۹)

"پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی

طرف، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو"۔ نہ کہ کسی کی رائے یا قول یا منہج کی طرف۔

اور اس گروہ بندی کا نتیجہ، الگ الگ بٹ جانا آپس میں جھگڑا، دشمنی اور دعوتی میدان مین ناکامی، اور برابر اختلاف کا جاری رہنا ہے۔

جہاں تک یہ دعویٰ ہے کہ تمام لوگ اسلام کے لئے کام کر رہے ہیں اور انجام کار سب اکٹھے ہو جائیں گے، تو یہ محض دعویٰ ہے۔ جسے ان جماعتوں کے درمیان قائم شدہ اختلافات رد کرتے ہیں کیونکہ ان کے مناہج واہداف مختلف ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بالکل کٹے ہوئے ہیں۔

اور میرا خیال ہے کہ یہ چیزیں ایسی ظاہر و باہر ہیں کہ ان کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اس بات پر، کیا ان سابقہ فرقوں کے مناہج کے درمیان جن کو مثال کے طور پر ہم نے ذکر کیا، اور جنہیں شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہے۔ یعنی معتزلہ کے منہج اور معاصر مناہج کے درمیان نام کے علاوہ کوئی حقیقی فرق پایا جاتا ہے؟ اور نام بدل جانے سے حقائق نہیں بدل جاتے، بیشک یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مصداق ہے کہ "امت خواہشات نفس کی وجہ سے ان متعدد فرقوں میں بٹ جائے گی"۔

تو کیا نیکی و تقویٰ کی بنیاد اور اجتماعی طور پر اللہ کی رسی کو پکڑے رہنے پر کوئی تعاون ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلا تَمُوتُنَّ إِلا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ(١٠٢)وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنْ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾(آل عمران: ۱۰۲'۱۰۳)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے' اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان رہنا' اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو' اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ"۔

-☆☆☆-

نجات یافتہ جماعت

نیکی و تقویٰ اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر تعاون کرنا فرقۂ ناجیہ کا منہج ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جماعت کی پہچان کے سلسلے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

((هم من كان على ما أنا عليه وأصحابى))

"یہ وہ لوگ ہیں جو اس طریقہ پر عمل پیرا ہیں جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ کرام ہیں"۔ اور بخاری میں ہے:

((لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون))

"میری امت کی ایک جماعت برابر غالب رہے گی یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کا حکم آجائے، اور وہ غالب ہی ہوگی"۔[۱]

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا:

((من يرد الله به خيرًا يفقهه فى الدين، وإنما أنا قاسم، ويعطى الله، ولن يزال أمر هذه الأمة مستقيمًا حتى تقوم الساعة أو حتى يأتي أمر الله))

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے، اور اس امت کا معاملہ برابر مستقیم رہے گا یہاں تک کہ قیامت ہو جائے یا اللہ کا حکم آجائے۔[۲]

---

(۱) صحیح البخاری کتاب الاعتصام بالسنۃ ح ۷۳۱۱۔ (۲) صحیح البخاری کتاب الاعتصام بالسنۃ ح ۷۳۱۲۔

اب سوال یہ ہے کہ کس طریقہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام تھے؟ اور کیا یہ گروہ اب موجود ہے؟ اور اگر معاملہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کا منہج کیا ہے؟ اور وہ کہاں پایا جاتا ہے؟ اور کیا اس جماعت وگروہ کا کوئی امام ہے جو کتاب وسنت کے مطابق اس کی قیادت کرتا ہے؟ جیسا کہ حدیث حذیفہ میں آیا ہے اور جس کو ہم بعد میں عنقریب بیان کریں گے' اس میں یہ آیا ہے کہ اگر ان کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تب تم ان تمام جماعتوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ اگرچہ تم کو کسی درخت کی جڑ کے ساتھ چمٹ جانا پڑے' یہاں تک کہ تمہاری اسی حالت میں موت آجائے"۔

تو کیا وہ زمانہ آگیا ہے اور ہم اس حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص کسی درخت کی جڑ سے چمٹ جائے یہاں تک کہ موت آجائے۔

ہم انشاء اللہ بعد کی بحث میں انہی سوالوں کے جواب میں نوک قلم کو جنبش دیں گے۔

-☆☆☆-

فرقۂ ناجیہ کا منہج وہی ہے جس پر اللہ کے رسول ؐ اور ان کے صحابہ کرام تھے

جس پر اللہ کے رسول اور صحابہ کرام تھے' وہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں جو کچھ آیا ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا کہ جس کے آگے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے اور اللہ کے رسول کی سنت پر پوری طرح عمل پیرا ہونا' جو کتاب اللہ کی تفسیر ہے' اور قرآن کے بعد دوسری وحی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ۴۴)

"یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے' آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں"۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنْ الْهَوَى(۳) إِنْ هُوَ إِلا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (النجم: ۳'۴)

"اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے"۔

تو وہ لوگ اللہ کو اِلٰہ و معبود مان کر اس پر ایمان لائے کہ جس کے علاوہ نہ کوئی دوسرا معبود برحق ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی رب' چنانچہ انہوں نے اعتقادات نیز اقوال و افعال اور ظاہری و باطنی تمام عبادتوں کو صرف ایک اللہ کے لئے خاص کر دیا۔

اور اس کے اسماء و صفات پر ایمان لائے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور اللہ کے رسول نے اپنی صحیح حدیث میں بیان فرمایا ہے نہ اس میں تحریف کی نہ تاویل اور نہ اس کا انکار کیا' بلکہ ان صفتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے اس فرمان کی بنیاد پر ثابت مانا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ﴾(الشوریٰ :۱۱)
"اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سنتا دیکھتا ہے "۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ نازل فرمایا ہے' اور جس کو اللہ کے رسول نے اپنی سنت مطہرہ میں مشروع قرار دیا ہے' وہ لوگ اس کے مطابق فیصلہ کرتے رہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(النساء : ۶۵)

" سو قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں' اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں "۔

اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر قائم رہے۔ جیسا کہ اللہ نے اپنے نبی کو فرمایا :

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنْ الْمُشْرِكِينَ﴾(یوسف :۱۰۸)
" آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں' پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں "۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾(النحل : ۱۲۵)

"اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے' یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے"۔

چنانچہ صحابہؓ امر بالمعروف والنہی عن المنکر ان دو آیتوں کی بنیاد پر کرتے رہے یعنی سب سے پہلے علم حاصل کیا پھر حکمت کے ساتھ اس کی دعوت دیتے رہے اور اس منہج پر دعوت تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے ہر شخص کے لئے اس کی استطاعت و صلاحیت کے مطابق اور اپنے مخصوص دائرہ میں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ مکلف نہیں بنایا ہے' نیز رسول اللہ ﷺ نے اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے :

((من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان))(۱)

"تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے' اگر اس کی قدرت نہ ہو تو اپنی زبان سے' اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے ناپسند کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

چنانچہ منکر کو ہاتھ سے روکنے کی ذمہ داری حاکم وقت کی ہے' اور زبان سے روکنے کی ذمہ داری ہر مسلمان کی ہے' اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس منکر کو اپنے دل سے ناپسند کرے۔

اور صحابہ کرام اس دین کی نشر و اشاعت کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لاتے رہے۔

---

(۱) مسلم' الایمان ۱۲/ ۶۹ ح ۷۸۔

اسی طرح اس دین کی تمام تعلیمات میں' معاملات میں اور اچھے اخلاق میں صحابۂ کرام کا منہج یہی رہا اور مؤمن آپس میں ایک دوسرے پر شفیق ہیں ایک جسم کی طرح کہ ان میں سے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے سارے جسم میں تکلیف و بخار آجاتا ہے۔ اور اللہ کے رسول کا اخلاق قرآن تھا اور یہی حال ان کے صحابہ کرام کا تھا پس ولاء و براء کتاب و سنت کی بنیاد پر ہونا چاہیئے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا منہج ہے' اور اسی منہج پر فرقۂ ناجیہ چلتے رہے۔ جب یہ امت ان فرقوں میں بٹ گئی جس کی طرف اللہ کے رسول نے اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ حدیث عرباض بن ساریہ میں آیا ہے کہ :

((و إنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافًا كثيرًا))

"اور تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا"۔

پھر اس اختلاف کے ظہور کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو حکم فرمایا کہ وہ آپ کی سنت اور آپ کے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ پر عمل کریں اور اس کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لیں۔ پھر ان کو بدعت و نئی باتوں کی ایجاد سے ڈرایا' اور واضح فرمادیا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور جہاں تک اس فرقہ کے پائے جانے کی جگہ کا تعلق ہے' اور کیا اس کا کوئی امام ہے جو اس کو کتاب و سنت پر چلاتا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس منہج پر چلنے والی جماعت و فرقہ کا وجود جس کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے پوری دنیا میں ہے اور اس کو کسی ایک شہر یا ملک کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا۔

اور سوال کا دوسرا جزء کہ کیا اس کا کوئی امام ہے جو اس کو کتاب و سنت پر چلاتا ہے ؟ تو ہم حدیث حذیفہ بن یمان کو بیان کرتے ہیں جس کا اشارہ ہم پہلے کر چکے ہیں' اس کو بیان

کرنے کے بعد ہم اس کا جواب خود بخود پا جائیں گے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر (بھلی باتوں) کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں آپ سے شر (بری باتوں) کے بارے میں سوال کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں برائی میں نہ پڑ جاؤں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور برائی میں تھے' پھر اللہ نے ہم کو یہ بھلائی (یعنی اسلام) دی۔ اب اس کے بعد بھی کوئی برائی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں' پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں' لیکن اس میں دخن ہے۔ میں نے کہا: وہ دخن (دھبہ) کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے جو ہدایت کے بغیر لوگوں کی رہنمائی کریں گے۔ ان میں اچھی باتیں بھی ہوں گی اور بری بھی' میں نے عرض کیا: پھر اس خیر کے بعد برائی ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو جہنم کے دروازے کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ جو ان کی بات مانے گا اس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے' آپ نے فرمایا: وہ ہم ہی میں سے ہوں گے' اور وہ ہماری ہی زبان بولیں گے' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ اگر اس زمانے کو میں پالوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہ' میں نے دریافت کیا کہ اگر جماعت اور امام نہ ہوں؟ آپ نے فرمایا: تو تمام فرقوں سے الگ تھلگ رہ' اگرچہ کسی درخت کی جڑ کو دانت سے پکڑے ہی رہنا پڑے۔ یہاں تک کہ تم کو اسی حال میں موت آجائے۔ (۱)

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہ :

---

(۱) البخاری' کتاب المناقب علامۃ النبوۃ' کتاب الفتن / باب کیف الأمر إذا لم تکن جماعۃ و مسلم' الامارۃ' باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظهور الفتن' وفی کل حال' و تحریم الخروج من الطاعۃ و مفارقۃ الجماعۃ۔

"ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو جہنم کے دروازے کی طرف لوگوں کو بلائیں گے، جو ان کی بات مانے گا اس کو جہنم میں ڈال دیں گے"۔ فرماتے ہیں کہ: علماء کہتے ہیں: یہ لوگ وہ امراء و حکام تھے جو بدعت اور گمراہی کی طرف بلاتے تھے۔ جیسے خوارج، قرامطہ، اور اصحاب محنہ یعنی جنھوں نے خلق قرآن کے مسئلہ میں پوری امت کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور اس حدیث میں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنے اور اس کی اطاعت لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ فاسق و گنہگار ہو۔[1]

-☆☆☆-

(۱) النووی، شرح مسلم ۱۲/ ۲۳۷۔

سلف اور ان کے متبعین حزبی (گروہی) نہیں تھے

ناجی فرقہ جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اور جس کا وصف بھی بیان فرمایاہے کہ اس طریقہ پر قائم رہے گا جس پر آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام قائم تھے وہی لوگ سلف صالح ہیں۔ پھر اس منہج پر چلنے والے تمام لوگ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنْ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبۃ: ۱۰۰)

"اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے"۔

اور یہ جماعت اس منہج کے ساتھ پوری دنیا میں ہر جگہ اور ہر زمانہ میں موجود رہی ہے۔ اور اس کو کسی ایک شہر اور جگہ کے ساتھ قید (حصر) نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ راہِ حق وہدایت پر چلنے والی مسلمانوں کی جماعت ہے۔ کبھی ان کا امام ہوتا ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور کبھی بعض حالات میں اور فتنے رونما ہوتے وقت ان کا امام نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث حذیفہ میں ہے، لیکن الحمد للہ یہ جماعت اپنے اسی منہج کے ساتھ موجود ہے۔ اور ان کا امام بھی، جو ان کی اس ملک میں کتاب وسنت کے ذریعہ رہنمائی کر رہا ہے۔ جس کو ہم عنقریب امام اسماعیل بن محمد اصبہانی (جو قوام السنہ کے لقب سے جانے جاتے تھے) کی بات نقل کرنے کے بعد ذکر کریں گے۔ تاکہ ہمارے لئے یہ بات واضح ہو جائے

کہ مسلمانوں کی وہ جماعت جو اس طریقہ پر چلنے والی ہے جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تھے۔ وہ سلف صالحین اور ان کے متبعین ہیں۔ وہی اہل منہج ہیں اور وہ حزبی نہیں ہیں جیسا کہ ہم بعض ایسے لوگوں سے سنتے ہیں جو ان کے منہج و طریقے کو نہیں دیکھتے۔

اور اگر کوئی ایسا شخص ہو جو سلف کے منہج کی طرف اپنا انتساب کرتا ہو' پھر اس نے کسی خطائکا ارتکاب کر لیا ہو کیونکہ وہ معصوم نہیں ہے' تو یہ ان کی ذاتی غلطی شمار کی جائے گی نہ کہ منہج کی۔ اور لوگوں کو نیز خاص کر نوجوانوں کو حق سے متنفر نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کو سلفی جماعت و منہج سے متنفر کرنا امت اسلامیہ پر ایک ظلم عظیم ہوگا۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے موجودہ لوگوں کا رشتہ اپنے ماضی سے منقطع ہو جائے گا اور یہ ایک ایسی دعوت ہے جسے دشمنان اسلام پھیلا رہے ہیں۔ اور اسے وہی شخص قبول کرتا ہے جو اس کی عاقبت کے بارے میں نہیں سوچتا۔ اور اس کے انجام و نتیجہ کی فکر نہیں کرتا۔

اور شرح طحاویہ کے چند صفحات پر میں نے سرسری نظر دوڑائی تو دیکھا کہ بیس سے زیادہ مرتبہ کلمۂ سلف کو دہرایا گیا ہے۔ جو ان کے اس نسبت پر فخر کرنے پر دال ہے۔ چونکہ سلف کے منہج کی خصوصیات حق پر ثابت قدم و مستمر رہنا اور تردد و تذبذب کا شکار نہ ہونا اور امور عقیدہ میں ان کا اتفاق کرنا اور زمان و مکان کے اختلاف کے باوجود اس میں ان کا اختلاف نہ ہونا ہے ان گروہوں کے برخلاف جنہوں نے اپنا منہج اپنی عقلوں سے تیار کیا ہے۔

قوام السنہ حضرت امام اصبہانی فرماتے ہیں کہ : "اہل حدیث کے اہل حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر تم ان کی نئی و پرانی تصنیف شدہ کتابوں کو شروع سے آخر تک پڑھو تو ان کے زمانہ اور شہروں و ملکوں کے اختلاف کے باوجود ان کو اعتقاد کے بیان میں بالکل یکساں پاؤ گے۔ وہ ایک ہی طریقہ پر چلتے ہیں نہ اس سے الگ ہوتے ہیں اور نہ ہی مائل ہوتے ہیں۔ اور ان کا اس سلسلہ میں ایک ہی قول ہے' اور ان سے ایک ہی چیز منقول ہے۔ نہ تم ان کے

درمیان اختلاف دیکھو گے اور نہ ہی کسی چیز میں تفریق پاؤ گے۔ اگرچہ معمولی ہی کیوں نہ ہو"۔

اور ان کے (امام اصبہانی) قول کی سچائی پر ان ائمہ کرام امام احمد بن حنبل، امام بخاری و مسلم، امام ترمذی و ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ و ابن قتیبہ، امام ابن مندہ و اللالکائی وغیرہ کی کتابیں شاہد عدل ہیں۔ ان کے زمانہ و ملک و علاقہ کے اختلاف کے باوجود تم ان کی باتیں ایک جیسی ہی پاؤ گے۔

اور جہاں تک اس جماعت کی اپنے منہج اور اپنے امام کے ساتھ موجودگی کا تعلق ہے تو الحمدللہ وہ اس ملک میں موجود ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ :

((إن الايمان ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحية إلى جحرها))

"ایمان مدینہ میں سمٹ کر آجائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے"۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ :

((وهو يأرز بين المسجدين كما تأرز الحية إلى جحرها))

"وہ دو مسجدوں کے درمیان سمٹ کر آجائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے"۔[1]

تو میں بھولنے والوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں اور غافل کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ :

۱- اس ملک میں یہ منہج بدعت و خرافات و تاویل سے بالاتر توحید کی بنیاد پر قائم ہے اور علوم شرعیہ کی اپنے تمام فروع کے ساتھ تعلیم پر قائم ہے جو ابتدائی مراحل کے منہج سے

---

(۱) البخاری، فضائل المدینہ، فتح الباری ۴ / ۹۵ ح ۱۸۷۶ و مسلم، الایمان ۱ / ۱۳۰ ح ۲۳۲، ۲۳۳۔

لے کر دراسات علیا کے تخصص تک دی جاتی ہے۔ مثلاً قسم العقیدہ اور قسم السنہ والتفسیر اور قسم الفقہ والاصول وغیرہ۔ اسی طرح وہ تمام عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں جن کا معاشرہ ضرورت مند ہے۔ اور جو اسلامی شریعت سے متصادم نہیں ہیں۔

بلکہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جس کی بنیاد فرزندانِ عالم اسلام کے لئے ڈالی گئی ہے اور جس میں سو (۱۰۰) سے زائد ملکوں کے طلباء زیر تعلیم ہیں اس میں تخصص کے بہت سارے کلیات ہیں، مثلاً: کلیۃ القرآن وعلومہ کلیۃ الحدیث وعلومہ، کلیۃ اصول الدین، کلیۃ الشریعہ، کلیۃ اللغہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ بھی دوسرے جامعات وانسٹی ٹیوٹ ہیں۔

اور پھر ان تمام مراحل میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام علیحدہ (غیر مخلوط) ہے۔

۲-دار الافتاء والدعوۃ والارشاد۔

۳-ھیئۃ الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر۔

۴-شرعی محکمہ، جس میں قاضی کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اور جرم کرنے والے پر شرعی حدود کا نفاذ کرتے ہیں۔ مثلاً: چور کا ہاتھ کاٹنا، قاتل سے قصاص لینا، زنا کرنے والے اور شراب پینے والے کو درے لگانا۔ اور یہ تمام چیزیں شرعی ضوابط کے ضمن میں ہوتی ہیں۔

تو اس ملک میں مسلمانوں کی جماعتوں نے اس منہج کو قائم رکھا ہے اور ان کا ایک امام ہے جو اس منہج کو تطبیق دیتا ہے۔ اور اس کا نفاذ کرتا ہے۔

اور ہم لوگ گاہے بگاہے جرم کے ارتکاب کرنے والے پر حدود کی تنفیذ کی خبریں سنتے رہتے ہیں۔

اور اس منہج کو قائم کرنے والی جماعت اور اس کے امام پہلے بھی پائے جاتے رہے ہیں۔ پھر شیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے امام محمد بن سعود کے ساتھ مل کر ۱۱۵۸ھ میں اسی منہج کو قائم کیا۔ اور یہ منہج اس وقت سے لے کر عصر حاضر تک چلا آرہا ہے۔ اور اسی تاریخ سے یہ ملک شرک

و بدعت اور تاویل کی آلائشوں سے پاک و صاف خالص عقیدۂ توحید اور اسلامی شریعت کی اپنے تمام احکام میں تطبیق پر نیز سلف صالح کے نصوص شرعیہ کے فہم کے مطابق قائم و دائم ہے۔ اور ہم اس کے اسی طرح ثابت و مستمر رہنے کے لئے اللہ سے دعا گو ہیں' تا کہ اس ملک اور اس کے باشندوں کے لئے وہ پیشین گوئی ثابت ہو سکے جو اللہ کے رسول نے فرمایا ہے:

"کہ ایمان مدینہ میں سمٹ کر آجائے گا"۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ:

"ایمان دو مسجدوں کے درمیان سمٹ کر آجائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے"۔

جہاں تک گناہ و خطا کے پائے جانے کی بات ہے تو یہ عہد نبوت و عہد خلفائے راشدین سے لے کر آج تک تمام انسانوں کی فطرت ہے کہ انسان گناہ و خطا کا ارتکاب کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور یہی حال ان کے بعد اسلامی ممالک اور حکومتوں کا بھی ہے۔ اور گناہوں کا پایا جانا یہ عیب نہیں' بلکہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں پر اگر اقامت حد واجب ہو تو ان پر حدود کا نفاذ نہ کرنا عیب ہے۔

جہاں تک امام وولی امر کی خیر خواہی کی بات ہے تو یہ علماء امت کا فریضہ ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

((الدين النصيحة ثلاثًا))قلنا لمن يا رسول الله، قال:

((لله، ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم))

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا' صحابہ نے عرض کیا کس کے لئے یا رسول اللہ ؟ فرمایا: اللہ کے لئے' اس کی کتاب کے لئے' اس کے رسول

کے لئے 'أئمہ مسلمین کے لئے اور عام لوگوں کے لئے۔[1]

اور جہاں تک ان کو نصیحت کرنے کی کیفیت کی بات ہے تو علامہ عبد الرحمٰن بن سعدی نے اپنی کتاب "الرياض الناضرة والحدائق النيرة الزاهرة" فصل ۸ میں "وجوب نصیحت اور اس کے فوائد" سے متعلق جوبات "الدين النصيحة" والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے بیان فرمائی ہے 'ہم ان کی یہ بات یہاں نقل کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۲۹ میں فرمایا ہے کہ "اور جہاں تک أئمہ مسلمین کی نصیحت کی بات ہے جن میں سلطان اعظم سے لے کر امیر' قاضی اور وہ تمام لوگ داخل ہیں جن کو کوئی چھوٹا یا بڑا عہدہ حاصل ہے تو جس طرح ان کے کام و واجبات دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اہم و اعظم ہیں اسی طرح ان کے لئے نصیحت بھی ان کے مرتبہ و مقام کے مطابق ہی واجب ہے۔ اور یہ ان کی امامت کے اعتقاد اور ان کی ولایت کے اعتراف اور نیک کاموں میں وجوبی طور پر ان کی اطاعت کرتے ہوئے کرنا ہے۔ اور ان کی اطاعت سے نہ نکلتے ہوئے 'اور رعایا کو ان کی اطاعت پر ابھارتے ہوئے اور ان کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے جو اللہ اور اس کے رسول کے امر کی مخالف نہیں ہیں 'انسان جو نصیحت ان کو کر سکتا ہو وہ کرنا چاہیئے۔ اور ان کی رعایا جن چیزوں کی ضرورت مند ہو اور وہ چیز ان پر مخفی ہو تو اس کو واضح کرنا چاہیئے۔ ہر شخص اپنے طور پر ایسا کرے اور ان کی صلاح و توفیق کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ ان کی صلاح ان کے رعایا کی صلاح ہے۔

علامہ موصوف نے مزید فرمایا: سب و شتم کرنے' ان کی برائی نکالنے اور اس کی اشاعت سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں برائی' نقصان اور بہت بڑا فساد ہے اور ان کی نصیحت میں سے یہ بھی ہے کہ ان چیزوں سے ڈرایا جائے 'اور اس سے بچا جائے۔

---

(۱) مسلم: الایمان ۱۰/ ۴۷ ح ۹۵۔

علامہ نے مزید فرمایا : اور جو شخص ان میں کوئی ناجائز شیٔ دیکھے تو چاہئے کہ ان کو نرمی کے ساتھ اور ایسی عبارت واسلوب کے ساتھ متنبہ کرے جو ان کے مقام ومرتبہ کے لائق ہو اور جس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہو۔ اور یہی چیز ہر شخص کے حق میں اور خاص کر ولاۃ امور کے حق میں مطلوب ہے۔ اور ان کی اس اسلوب سے تنبیہ پر بہت زیادہ خیر و بھلائی ہے۔ اور یہ اخلاص وسچائی کی علامت ہے۔

نیز موصوف نے فرمایا : اۓ اچھے اسلوب سے نصیحت کرنے والے! لوگوں کے سامنے اپنی مدح سرائی کر کے اپنی اس نصیحت کو برباد کرنے سے بچو۔ چنانچہ لوگوں سے یہ کہتے نہ پھرو کہ میں نے ان کو نصیحت کی ہے' اور ایسا ایسا کہا ہے۔ کیونکہ یہ ریاکاری کا عنوان ہے اور اخلاص میں کمی کی علامت ہے۔ اور اس کے علاوہ اس میں دوسرے معروف نقصان بھی ہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں جنہیں شیخ عبدالرحمٰن سعدی نے ولاۃ امور (بادشاہ اور ان کے وزراء و ذمہ داروں) کی نصیحت کے سلسلے میں کہی ہیں۔ اور تحریر فرمایا ہے کہ انہیں نصیحت سری طور پر کرنا چاہیۓ نہ کہ اعلانیہ طور پر' پھر نرمی کے ساتھ ایسی عبارت واسلوب میں کرنا چاہیۓ جو ان کے مقام ومرتبہ کے لائق ہو۔ اسی طرح اس اچھے اسلوب سے نصیحت کرنے والے کو اس بات سے ڈرایا بھی ہے کہ اگر ان کی اس نصیحت کا مقصد صدق واخلاص ہے تو لوگوں کے سامنے اپنی مدح سرائی کر کے اسے برباد نہ کریں۔ چنانچہ وہ یہ کہتے نہ پھرے : میں نے ان کو نصیحت کی ہے اور ایسا ایسا کہا ہے۔ چونکہ یہ ریاکاری ہے اور اخلاص میں کمی کی علامت ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا۔

اور علماء معاصرین میں سے شیخ سعدی کے کلام کے ذکر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء سابقین کے کلام کی مثال بھی ذکر کر دی جائے۔

امام ابن ابی عاصم "کتاب السنہ" جلد ۲ صفحہ ۵۲۱ حدیث رقم ۱۰۹۶ "ولاۃ کو رعایا کس

طرح نصیحت کرے" کے باب میں اپنی سند کے ساتھ شریح بن عبید سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عیاض بن غنم نے ہشام بن حکیم سے کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا کہ "جو شخص بادشاہ کو نصیحت کرنا چاہتا ہو تو اعلانیہ نہ کرے بلکہ ان کا ہاتھ پکڑ لے" اور ان سے تنہائی میں بات کرے۔ اب اگر بادشاہ ان کی نصیحت قبول کرلے تو اچھی بات ہے ورنہ جو اس کی ذمہ داری تھی وہ اس نے ادا کردی۔ شیخ البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

اہل سنت والجماعت ناجی فرقہ کے علماء کا اپنے ولاۃ امور کی نصیحت کے سلسلے میں یہی اسلوب ہے اس لئے کہ وہ اپنی امت اور عوام و ملک کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس وقت منہج سلف صالح کی اتباع کرنے والے ہمارے علماء اپنے ولاۃ امور کے سلسلے میں وہی اسلوب اپناتے ہیں جسے علامہ شیخ عبدالرحمٰن سعدی نے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ اس طرح اعلانیہ نصیحت نہیں کرتے ہیں کہ ہم سبھی اسے سنیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ اسلوب صحیح اور نفع بخش نہیں ہے، اور نہ ہی وہ اہل سنت والجماعت کا منہج ہے۔

پھر وہ ان پیش کردہ نصیحتوں کو لوگوں کے سامنے اپنی مدح سرائی کرکے اور یہ کہہ کے کہ ہم نے ایسا ایسا کیا، ایسا ایسا کہا، برباد نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ریاکاری ہے، اور یہ اخلاص سے خالی ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا اور ساتھ ساتھ اس میں بہت زیادہ نقصانات بھی ہیں۔

جہاں تک ولاۃ و امراء کی عینی وقائع کی بات ہے تو اس میں صحیح بات یہ ہے کہ امیر کو سنت کی مخالفت کے ظہور کے وقت علماء و امراء کے درمیان الفت پائے جانے کی صورت میں مباشرۃً نصیحت کی جاسکتی ہے۔ اور نصیحت کا مقصد اصلاح ہونا چاہئے نہ کہ شہرت جیسا کہ مدینہ کے امیر مروان کے واقعہ میں ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری کتاب العیدین حدیث رقم ۹۵۶ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ

عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ " نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر و عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکلتے تھے۔ اور سب سے پہلے نماز ادا کرتے تھے...... " راوی کہتے ہیں کہ لوگ برابر اس پر عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں امیر مدینہ مروان کے ساتھ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں نکلا۔ اور جب ہم عید گاہ میں پہنچے تو جو منبر کثیر بن صلت نے بنایا تھا۔ مروان نے نماز پڑھانے سے پہلے ہی اس پر چڑھنا چاہا تو میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچا تو اس نے بھی مجھے کھینچا۔ اس کے بعد منبر پر کھڑا ہو گیا۔ اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ تو میں نے ان سے کہا اللہ کی قسم! آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو بدل ڈالا تو اس نے عرض کیا : ابو سعید جو تم جانتے تھے وہ باقی نہیں رہا۔ تو میں نے کہا : اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا ہوں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ لوگ بعد نماز خطبہ سننے کے لئے نہیں بیٹھتے ہیں اس لئے میں نے اسے نماز سے قبل کر دیا۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ عبد الرزاق کی روایت میں داؤد بن قیس سے مروی ہے کہ مروان میرے اور ابو مسعود عقبہ بن عمر وانصاری کے درمیان بیٹھا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ : یہ واقعہ علماء وولاۃ امور کے درمیان مضبوط تعلق پر دلالت کرتا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کے فوائد شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں علماء کا امراء کے انکار کا ثبوت ہے۔ جبکہ وہ خلاف سنت کام کر رہے ہوں۔ اور اس میں عالم کے لئے خلاف اولی چیز پر عمل کا جواز ہے۔ جبکہ حاکم اولیٰ کام پر اس کی موافقت نہیں کرتا ہو۔ اس لئے کہ ابو سعید خطبہ میں حاضر رہے اور واپس نہیں پلٹے' اور اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ عید گاہ میں جا کر سب سے پہلے نماز ادا کرنا اس کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر ابن المنیر کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اس میں تعیین پر محمول کیا۔ اور مروان نے اسے اولویت پر محمول

کیا۔ اور لوگوں کا حال بدل جانے کی وجہ سے ترک اولیٰ سے اعتذار کیا۔ چنانچہ انہوں نے اصل سنت یعنی سماع خطبہ کی محافظت کو ہیئت کی محافظت پر جو کہ اس کے لئے شرط نہیں ہے۔ اولیٰ سمجھا۔ واللہ اعلم۔

اور اسی کے مثل وہ واقعات بھی ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔ تو اس میں سے جو صحیح ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سنت کی مخالفت کے ظہور کے وقت امیر یا ولی کو بالمشافہ نصیحت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں شہرت یا قدح یا ان کی برائی کی اشاعت مقصود نہ ہو۔ کیونکہ اس میں نقصان و برائی اور بہت بڑا فساد ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالرحمٰن بن سعدی نے فرمایا ہے۔ اس لئے کہ یہاں مقصد اصلاح ہے اور اس اسلوب کے ساتھ اصلاح حاصل ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

-☆☆☆-

- موقف شيخ الإسلام ابن تيمية من تلك المناهج وأصحابها
- معاملة المعتزلة لأهل السنة
- معاملة أهل السنة لهؤلاء المبتدعة
- هل ذكر-آراء الفرق وعقائدهم المنتشرة الآن نبش لما تحت التراب
- مناهج الجماعات المعاصرة
- أمة الإسلام أمة واحدة
- كل جماعة تجعل لها منهجا توالي وتعادي عليه
- التابع لجماعة معينة- لا يتحدث إلا في نطاق تعاليمها لأن تعاليم الإسلام كلها لا تخرج عن هذا المنهج حسب رأيه
- نتج عن ذلك التعصب الحزبي، للأفكار والأشخاص ، فلا يجوز ذكر خطا الشيخ
- الولاء والبراء – هو الإنتماء لذلك الحزب أو الجماعة فهو الميزان
- بيان الميزان الشرعي لتقويم الأشخاص والأفكار
- من نتائج هذا التحزب التفرق والخصام
- هل يوجد فرق حقيقي بين مناهج الفرق السابقة والجماعات المعاصرة
- الطائفة المنصورة و الفرقة الناجية وهم السلف
- منهج هذه الطائفة
- الولاء والبراء عندهم
- مكان وجود هذه الطائفة
- السلف وأتباعهم ليسوا حزبا
- لا يجوز تنفير الشباب من كلمة "السلف أو أتباع السلف- ففي هذا جناية عظيمة ، فهو يؤدي إلى قطع حاضر الأمة بماضيها
- هل توجد هذه الجماعة بإمام يقودها بكتاب الله أو إننا في الزمن الذي ورد ذكره في حديث حذيفة
- وجوب نصيحة ولاة الأمر ، وكيفيتها

هذا الكتاب يحتوي على:

- المقدمة
- الأمر بالإعتصام بالكتاب والسنة
- الحث على اتباع ما أنزل الله
- وبيان كمال الدين
- وأن المبتدع نزل نفسه منزلة المشرع ، وأنه متبع لهوى نفسه
- المبحث الأول: تعريف البدعة ، ما وجد له أصل في الشرع لا يسمى بدعة شرعا
- وعمل الخلفاء الراشدين سنة
- المبحث الثاني: تقسيم البدعة إلى حقيقية وإضافية
- النهي عن مجالسة أهل البدع وبيان مقصودهم من النهي
- توبة المبتدع
- بدعة المولد – اصلها ومن الذي أحدثها
- حكم المبتدع
- والبدعة المكفرة وغير المكفرة
- القسم الثاني : تقسيم البدعة إلى: عملية – واعتقادية – وقولية
- البدعة العملية والإعتقادية والقولية
- وبيان افتراق الأمة إلى ثلاث وسبعين فرقة
- وقوع افتراق الأمة إلى ثلاث وسبعين فرقة
- وقوع ما حذر منه صلى الله عليه وسلم من الإفتراق في الدين
- سبب كثرة الفرق– مناهجها التي أصلتها :
- منهج الرافضة
- منهج الخوارج
- منهج المعتزلة
- جميع الفرق المؤلة
- الولاء والبراء على أصل المناهج

هذا الكتاب

يقول الرسول صلى الله عليه وسلم:

{ إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له } (مسلم)

تقديراً لجهود الأخ/صالح بن غانم الغانم رحمه الله وخدماته المتميزة لمكاتب دعوة وتوعية الجاليات عامة ومكتب دعوة وتوعية الجاليات بمحافظة البكيرية خاصة.

فقد رأى الأخوة أعضاء المكتب وأصدقاؤه وأقاربه ومحبوه طبع هذا الكتاب المفيد بإذن الله تعالى بعدة لغات وتوزيعه على مكاتب الجاليات الأخرى تبرعاً منهم له بذلك .

نسأل الله تعالى أن يجعله صدقة جارية له يصله ثوابها وهو في قبره وأن يجزي من ساهم بذلك خيراً وأن ينفع بهذا الكتاب إنه جواد كريم .

البدعة

ضوابطها وأثرها السّيِّء في الأمة

تأليف

فضيلة الدكتور علي بن محمد بن ناصر الفقيهي

الأستاذ بقسم الدراسات العليا بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية

ترجمه إلى اللغة الأردية

محمد أبو الكلام بن محمد شمس الدين المدني

المترجم في مكتب دعوة وتوعية الجاليات في البكيرية

المملكة العربية السعودية ـ مكتب دعوة وتوعية الجاليات في محافظة البكيرية

القصيم ـ البكيرية ـ قرب الجامع الكبير ص.ب ٢٩٢ / هاتف ٠٦٣٣٥٩٢٦٦/ ناسوخ ٠٦٣٣٦٠٥٣٤

الطبعة الأولى

١٤٢١هـ ـ ٢٠٠٠م

مطابع الحميضي

تلفون: ٤٥٨١٠٠٠ - فاكس: ٤٥٩٢٢١٧

باللغة الأردية

البدعة

ضوابطها وأثرها السيء في الأمة

لفضيلة الشيخ الدكتور

علي بن محمد بن ناصر الفقيهي

الأستاذ بقسم الدراسات العليا بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية

المملكة العربية السعودية - مكتب دعوة وتوعية الجاليات في محافظة البكيرية

القصيم - البكيرية - قرب الجامع الكبير ص.ب ٢٩٢ هاتف ٢٦٦ ٠٦٣٣٥٩ فاكس ٦٠٥٢٤

ردمك ٣-٣-٩٠٤١٧-٩٩٦٠